

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

گیارہویں اسمبلی رآ ٹھواں اجلاس

مباحثات 2019ء

(اجلاس منعقد 14 فروری 2019ء بر طبق 08 جمادی الثانی 1440 ہجری، بروز جمعرات)

| نمبر شمار | مندرجات | صفہ نمبر |
|-----------|--|----------|
| 1 | تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔ | 1 |
| 2 | دعائے مغفرت۔ | 1 |
| 3 | وقفہ سوالات۔ | 2 |
| 4 | رضخت کی درخواستیں۔ | 32 |
| 5 | تحریک التواء نمبر 3 مجانب انجینئر سید فضل آغا۔ | 35 |
| 6 | (قرارداد منظور ہوئی) قرارداد نمبر 28 مجانب شاء اللہ بلوچ | 36 |
| 7 | مشترکہ قرارداد نمبر 33 مجانب ملک نصیر احمد شاہوی، شاء بلوچ، احمدلو از بلوچ، میراختر حسین لانگو، پابند محمد رحیم میونگل، محمد اکبر میونگل، مشترکہ نامہ جانسن، محترمہ شکلیلہ نوید، اور محترمہ مزینت شاہوی ایڈوکیٹ۔ | 33 |
| 8 | (قرارداد منظور ہوئی) مشترکہ قرارداد نمبر 35 مجانب حاجی علی ترین اور نصر اللہ خان زیرے۔ | 42 |
| 9 | قرارداد نمبر 36 مجانب شاء بلوچ۔ | 45 |
| 10 | مورخہ 11 فروری 2019ء کی اسمبلی نشست میں باضابطہ کلب شدہ تحریک التواء پر عام بحث۔ | 52 |
| | | 53 |

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 14 فروری 2019ء برتاطابق 08 جمادی الثانی 1440 ہجری، بروز جمعرات بوقت سہ پہر 03 بجھر 55 منٹ پر زیر صدارت سردار بابر خان موسیٰ خیل، اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کونسل میں منعقد ہوا۔

سردار بابر خان موسیٰ خیل (جناب ڈپٹی اسپیکر) :- السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمُ أَوْلَيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَاوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَيَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكُوَةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط اُولَئِكَ سَيِّرٌ

حَمْهُمُ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ط وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتٍ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِيلِيْنَ فِيهَا وَمَسِكَنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّتٍ عَدْنٍ ط

وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرٌ ط ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ط

﴿پارہ نمبر ۰۱۔ سورۃ التوبہ آیات نمبر ۱۷ اور ۲۷﴾

ترجمہ:- بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - اور ایمان والے مردوں ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مدگار ہیں۔ سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں رُوی بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دینیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے۔ اور اسکے رسول ﷺ کے۔ وہی لوگ ہیں جن پر حم کرے گا اللہ۔ بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا۔ کہ بتتی ہیں انکے نیچے نہریں رہا کریں انہی میں۔ اور سترھرے مکانوں کے رہنے کے باغوں میں۔ اور رضا مندی اللہ کی ان سب سے بڑی ہے۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔ صَدَقَ اللَّهُ لِظَّاهِرِيْمَ -

سردار بابر خان موسیٰ خیل (جناب ڈپٹی اسپیکر):۔ جزاک اللہ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
نواب محمد اسلم خان رئیس انسانی:۔ جناب اسپیکر! ہمارے ایک دوست ہمارے محترم ہمارے بھائی عاشق بٹ،
ہمارے سینئر صحافی وفات پا چکے ہیں ان کی مغفرت کیلئے دعائے مغفرت کی جائے۔
جناب ڈپٹی اسپیکر:۔ جی بالکل۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب ڈپٹی اسپیکر:۔ وفقہ سوالات۔ نصراللہ زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 7 دریافت فرمائیں۔
نصراللہ خان زیرے:۔ سوال نمبر 7۔

انجینئر زمرک خان اچھزئی (وزیر حکومہ زراعت و کاؤپریٹوں):۔ منشہ صاحب تو نہیں ہیں۔ اس کو پڑھا ہوا
سمجھا جائے۔ اگر اس کا کوئی ضمنی ہے تو بتا دیں۔

7☆ جناب نصراللہ خان زیرے رکن اسمبلی 30 جنوری 2019 کو موخر شدہ

کیا وزیر امور پرورش حیوانات از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ محکمہ امور پرورش حیوانات میں سال 2017ء تا ستمبر
2018ء کے دوران جو نیئر کلرک اور درجہ چہارم کی آسامیوں پر تعینات کردہ ملازمین کے نام بمعہ ولدیت اور
جائے سکونت کی ضلع وار تفصیل دی جائے۔

وزیر امور پرورش حیوانات

محکمہ امور پرورش حیوانات میں سال 2017ء تا ستمبر 2018 کے دوران جو نیئر کلرک اور درجہ چہارم کی
آسامیوں پر تعینات کردہ ملازمین کے نام بمعہ ولدیت اور جائے سکونت کی ضلع وار تفصیل آخر پر منسلک ہے۔
جناب ڈپٹی اسپیکر:۔ جی منشہ صاحب نہیں آیا ہے، آج مٹھا خان صاحب۔

نصراللہ خان زیرے:۔ جناب اسپیکر صاحب! چونکہ کافی سوالات ہیں، امور پرورش
حیوانات کے حوالے سے میرے دیگر فضل دوست صاحبان کا بھی، جب تک منشہ نہیں آئیں گے ان کو ڈیلفر کیا
جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:۔ صحیح ہے ان سوالات کو۔۔۔ (مداغلت)۔

انجینئر زمرک خان اچھزئی (وزیر حکومہ زراعت و کاؤپریٹوں):۔ جناب اسپیکر! تفصیل تو آئی ہے اس میں اگر
ان کا کوئی اعتراض ہے تو بتا دیں ہم دے سکتے تھے۔ تو ٹھیک ہے نہیں تو پھر اس کو ڈیلفر کیا جائے۔ نصراللہ صاحب کو

تفصیل دی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جن سوال کا جواب آپ لوگوں کو دے دیا گیا ہے۔ وہ ٹیبل کر دیا ہے آپ لوگوں کے لئے۔ جی مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: جناب اسپیکر! صحافی جو ملک کے مختلف اخباری اداروں سے فارغ ہو رہے ہیں اس سلسلے میں ہمارے صحافی واک آؤٹ کرچکے ہیں لہذا آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جواب آپ کو ٹیبل کر دیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر آپ کو کوئی اگر آج آگئے ہیں اس کے مطیر صاحب ہیں۔ جو آپ کو پوچھنا تھا ان سے پوچھ لجئے گا۔

نصراللہ خان زیرے:- ابھی چونکہ منشرا یگر یکلپر جل صاحب نے سوال کو پڑھ کر بھیجا ہوا ہے۔ ok۔ شکریہ۔ کا انہوں نے جواب دے دیا۔ ٹھیک ہے۔ چونکہ انہوں نے جواب لکھ کر بھیجا ہوا ہے۔

باقی محمد حیم:- جناب اسپیکر! قلعہ عبداللہ کا اسمیں ہے۔ اس میں آیا نوٹکی اور چاغی میں مال و مویشی نہیں ہیں؟ نوٹکی اور چاغی کا نام اس میں نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی یہاں سے دو بندے جا کے ان سے بات کریں نا، ان کا کیا issue ہے آپ لوگوں میں سے کسی نے اس سے بات کی ہے صحافی حضرات سے کہ نہیں کی ہے؟۔

محمد اکبر مینگل:- وہ sir ملک کے مختلف اداروں سے ان کو فارغ کیا جا رہا ہے خاص کر اخباری اداروں سے اس حوالے سے تو سرکار کا کوئی ٹریشری ٹیپھر سے کوئی ساتھی اگر آجائے۔

اختر حسین لانگو:- جناب اسپیکر! کیونکہ issue وہی پرانا والا ہے۔ ان کو ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے۔ جو مختلف میڈیا کے ادارے ہیں ان کی طرف سے، اس میں اس اسمبلی میں بحث بھی ہوئی تھی۔ یہاں سے قرارداد بھی پاس بھی ہوئی تھی۔ اس میں ہماری گزارش یہ ہے کہ بار بار تم جا کے ان کو منا کے تو ساتھی لے آئیں گے۔ لیکن جو اس اسمبلی سے جو چیزیں پاس ہوئی ہیں ان کے حوالے سے میری گزارش ہے آپ سے اور سیکرٹری اسمبلی صاحب میٹھے ہوئے ہیں تو ان میں آپ ان اداروں کو لیٹر لکھیں اور ان کو اگر آپ اسمبلی میں بلا کے issues کو انکو take-up کر لیں کیونکہ اس کے حوالے سے قرارداد بھی شاید پاس ہو گئی تھی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- نہیں صحیح ہے۔ اس پر جو اسمبلی سیکرٹریٹ سے لیٹر چلا جائیگا ابھی دو یا تین نمائندے چلے جائیں تاکہ ان سے بات کر سکیں۔ گورنمنٹ ٹیپھر سے بھی، نیش!، میدم! آپ چلی جائیں اور دو تین اپوزیشن

سے بھی چلے جائیں ان سے بات کریں۔ جناب اختر حسین لانگو صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 34 دریافت فرمائیں۔

میرا ختر حسین لانگو: سوال نمبر 34۔

انجینئر زمرک خان اچنزا (وزیر حکومتہ زراعت و کوآپریٹوں): پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

34☆ جناب اختر حسین لانگو کن اسمبلی 30 جنوری 2019 کو موخر شدہ

سال 2013ء تا 2018ء کے دوران مال و مویشوں کیلئے چارہ کی خریداری کے سلسلے میں کن کن فرموموں کو ٹھیکہ دیا گیا ان کے نام، خرید کردہ چارہ کی مقدار، اینٹی این اور جی ایس ٹی کی ضلع و تفصیل دی جائے؟۔

وزیر امور پرورش حیوانات۔

محکمہ امور پرورش حیوانات و ترقیات ڈری ہے سال 2013ء تا 2018ء کے دوران مختلف فرموموں کو ٹینڈر کے ذریعے چارہ کی سپلائی کا ٹھیکہ دیا، جس کی تفصیل مختینم ہے۔ لہذا اسمبلی لاہوری میں ملاحظہ فرمائیں۔
میرا ختر حسین لانگو۔ جناب اپنے! اس میں میرا ایک ضمنی سوال ہے کہ اس میں جواب میں نے ان سے جو فیڈز کے ٹینڈر میں نے پوچھا تھا، اس میں انہوں نے جواب مجھے دیا ہے 15-2014ء سے حالانکہ میں نے ان سے جو میرا سوال ہے اگر آپ اس کو پڑھ لیں تو وہ میں نے 2013ء سے 2018ء تک کامانگا تھا۔ ایک سال کا۔ تو انہوں نے جواب کھالیا ہے۔ وہ نہیں دیا ہے مجھے ڈیپارٹمنٹ نے۔ لیکن 15-2014ء میں انہوں نے جو فیڈز ہیں، وہ ایک کروڑ اکتا لیس لاکھ چوبیس ہزار روپے کے ٹینڈر کیے ہیں فیڈز منگوائے گئے۔ اور 16-2015ء میں انہوں نے صرف 33 لاکھ روپے کا چارہ ملنگوایا ہے۔ اور پھر 18-2017ء میں ایک کروڑ سترہ لاکھ روپے کا۔ جو حق میں یہ اتنے پیسے اتنے چارے کے کم ہو گئے، اس کی وہ مجھے وجوہات بتادیں کہ وہ جانور کدھری اور شفت ہو گئے تھے؟۔ یا جانوروں نے بھوک ہڑتال کیا تھا؟۔ اس کی کیا وجہ تھی کہ 16-2015ء میں جو راشن کا خرچ ہے، وہ اتنا کم ہوا ہے؟۔

وزیر حکومتہ زراعت و کوآپریٹوں: جناب اختر صاحب! یہ پوری تفصیل آپ کے پاس پڑی ہوئی ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ گورنمنٹ اپنی پالیسی کے تحت اگر ابھی ہم کرتے ہیں اپنے دور میں تو آپ کو تو پورا تفصیل دے سکتے ہیں کہ کیوں کم کر دیا گیا ہے؟۔ ابھی ڈیپارٹمنٹ نے جو لکھا ہے اگر آپ ان سے مطمئن ہیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو یہ تو نائم کے مطابق مویشی جاتے ہیں اور خشک سالی آتی ہے، خشک سالی ختم ہوتی ہے۔ تو اس کے مطابق سارے

فندز جو ہیں وہ آپ انکور رکھتے ہیں۔ اس کے مطابق کام ہوتا ہے۔ کبھی جب خشک سالی آتی ہے تو زیادہ فندز رکھتے ہیں۔ جب خشک سالی بارشیں ہوتی ہیں تو پھر شاید جب آبادی آجائی ہے تو پھر تو کم ہم جاتا ہے۔ یہ ان کا طریقہ کار ہو گا ڈیپارٹمنٹ کا۔

میرا خنزیر حسین لاغو: نہیں، جناب اسپیکر! اس میں اگر آپ detail دیکھ لیں یہ ڈیری فارمز کی ہیں۔ ڈیری فارمز کے جانوروں کو پہاڑوں پر میدانوں پر grazings کیلئے نہیں لے جایا جاتا ہے۔ ان کو ڈیری فارمز کے اندر ہی فیڈ کیا جاتا ہے۔ تو ڈیری فارم کے اندر جب انفو فیڈ کیا جاتا ہے تو ان کیلئے چارہ جو ہے وہ خریدا جاتا ہے۔ اور چارہ خریدا گیا ہے 15-14-15ء میں۔ وہ ڈیڑھ کروڑ کے قریب انہوں نے خریدا ہے۔ پھر 17-2016ء میں وہ بھی ڈیڑھ کروڑ سے اوپر کا چارہ خریدا ہے۔ لیکن 16-2015ء والا ہے اس میں ایکدم چارے کا جو اتنا difference آ رہا ہے اس کی میں وجوہات پوچھ رہا ہوں کہ آپ اس دوران ڈیری فارم میں جانوروں کی تعداد کم تھی؟۔ کیونکہ یہ ایسے خرچے ہیں کہ یہ کمی فیڈ ہیں اس میں ہم کمی بیشی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر دس جانور ہیں تو ہمیں دس جانوروں کا ہی چارہ ڈالا پڑیگا۔ یہ ہم اسیں بچت کرنے کی اسیں کوئی فارمولائیں ہے کہ دس جانوروں کو آپ دو جانوروں کا چارہ کھلا کے آٹھ جانوروں کا چارہ ہم اس میں savings کر لیں۔

وزیر حکومت زراعت و کشاوری وزیر: یہ آپ اختر صاحب آپ دیکھ لیں اسیں detail of animals strength ہے اس کو دیکھ لیں۔ یہ animals زیادہ بھی ہو سکتے ہیں اور کم بھی ہو سکتے ہیں۔ خدا نخواستہ کوئی مر بھی سکتا ہے کوئی نیا بھی ڈیری فارم کے لئے خرید سکتے ہیں۔ تو اسکے مطابق وہ چارہ سکتے ہیں۔ چارہ تو جانوروں کے لئے ہوتا ہے ٹھیک ہے آپ ڈیری فارموں کا کہتے ہو ٹھیک ہے کبھی چارہ مہنگا بھی ہوتا ہے کبھی چارہ سستا بھی ہو گا۔ اگر آپ بھی دیکھ لیں اس چارے کی قیمت اس سال میں کتنے ہوں گی۔ پچھلے سال 2013ء میں اگر ہم ڈیڑھ کروڑ روپے میں وہ چارہ خریدتے تھے تو میرے خیال سے وہ چارہ آپ کو دو کروڑ روپے میں بھی نہیں ملے گا۔

میرا خنزیر حسین لاغو: نہیں میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں جناب زمرک صاحب۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ 15-2014ء میں اگر وہ چارہ ایک کروڑ اکتالیس لاکھ میں آتا ہے تو 16-2015ء میں time-being for the چارہ جو وقت گزرتا ہے تو چیزیں مہنگی ہوتی ہیں۔ تو 16-2015ء میں اس کی قیمت بڑھنی چاہیے تھی لیکن وہ کم ہو گئی ہے۔ اور یہاں پر animals کی detail بھی نہیں دی گئی ہے۔ یہی میں پوچھنا

چاہ رہا ہوں کہ وجہ کیا ہے animals کی detail نہیں دی گئی ہے؟۔ جناب زمرک صاحب! کہ اس میں کتنے جانور پہلے تھے 15-16ء میں اور پھر 2015-16ء میں جانوروں کی تعداد کم ہوئی تو کتنے کم ہوئے؟۔ وہ detail بھی اس میں نہیں ہے۔

انجینئر زمرک خان اچکزی (وزیر حکومت زراعت و کشاورزی پریزو) question کر لیں کہ یہ وہ جو جانوروں کی تعداد ہے وہ بتا دیں گے آپ کو۔ اس سوال کو ڈیلفر کر دیں پھر جب منٹر صاحب آئیں گے، وہ بتا دیں گے۔

میرا خنزیر حسین لانگوں۔ اس میں جناب اسپیکر! ایک request ہے مسٹر صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میری اس میں ایک questions ہے یہ request میرا یہ تیسری مرتبہ ہے یہ ٹیبل ہو رہے ہیں۔ پچھلی مرتبہ بھی ان پر اسی طرح بحث ہوئی لیکن ہم کسی حل پر نہیں پہنچے۔ محکمہ ہمیں مطمئن نہیں کر سکا۔ میرے خیال سے اب کمیٹیاں بننے جارہی ہیں ایک دون کا شاید معاملہ ہے کمیٹیاں اب بننے جارہی ہیں ان سوالوں کو اگر کمیٹی کو اگر refer کیا جائے کیونکہ اس میں ایک تفصیل جناب اسپیکر! آپ کو دون گا۔ ابھی اس میں مجھے انہوں نے جو ٹینڈر کئے ہیں۔ اس میں مجھے انہوں نے 16-2015ء کی detail دی ہے تینتیس لاکھ روپے کا چارہ ہے۔ اگر آپ میرے اگلے question کا جواب پڑھ لیں، اُس میں بھی جواب دیا ہے انہوں نے اسی question کا۔ یہ next question no-34 کا جواب کو اپنا کھادیتا ہوں۔ اُس میں جناب زمرک صاحب! اگر آپ پڑھ لیں اُس کو، یہ page no-9 پر ہے۔ ایک منٹ میں آپ کو page-number بتا دیتا ہوں۔ یہ جناب اسپیکر! یہ میرے question no-35 کا جواب جناب زمرک صاحب! آپ پڑھ لیں۔ اس میں ابہام بہت زیادہ ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں انکو کمیٹی کے حوالے کیا جائے تاکہ اس پر proper ایک انکوارٹری ہو سکے۔

میراختر حسین لانگوں۔ یہ page no-1 question no-35 کا۔ question no-35 page no-1 کا جو جواب آیا ہے زمرک صاحب اسکے page no-1 پر آپ پڑھ لیں۔ یہ کوئی نہ کے ڈیری فارم وہ جو میں نے آپ کو دکھایا تھا وہ بھی کوئی نہ کے ڈیری فارم کا تھا۔ یہ اسی ڈیری فارم کا آپ ذرا جناب اسیکر! نوٹ کر لیں انہوں نے مجھے 2012ء سے جواب دیا ہے۔ میں پڑھ کے آپ کو سناتا ہوں۔ میں ایک نشاندہ ہی کردوں زمرک

صاحب۔

وزیر یحکمہ زراعت و کوآپریٹوڑ: نہیں، وہ پینتیس کا نمبر تو بعد میں آئیگا پہلے اس پر بات کرتے ہیں اگر آپ اس سے مطمئن ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ کمیٹی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہ تو مسئلہ نہیں ہے۔

اختر حسین لانگو: میں اسی لئے زمرک صاحب! میں اس کو request پر آ رہا ہوں کہ اس کو کمیٹی کے حوالے کر دیں۔

وزیر یحکمہ زراعت و کوآپریٹوڑ: ٹھیک ہے۔

میر اختر حسین لانگو: 2012ء میں اسی ڈیری فارم پر ایک کروڑ ایکس لاکھ کا چارہ آیا ہے۔ 2013-14ء میں اکتیس لاکھ کا چارہ آیا ہے۔ 2014-15ء میں پھر اسی طرح ہے۔ 2015-16ء میں پھر اسی طرح ہے۔ انہوں نے وہ کیا ہے تو اسکو جناب اسپیکر! میری request آپ سے یہ ہے کہ انکو کمیٹی کے حوالے کیا جائے تاکہ ان پر properly ایک جو انکو اسی ہو اور اسکو کمیٹی بیٹھ کر اس پر فیصلہ کر لیں۔ اور ان چیزوں کو thoroughly دیکھا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ان کو اگلے سیشن کے لئے ڈیفیر کیا جاتا ہے۔ ابھی تک ہماری کمیٹیاں بنی نہیں ہیں۔ جب کمیٹیاں بن جائیں گی تو پھر یہ جو سوالات وہاں ہم لوگ بھیجیں گے۔ فی الحال جو ہے ان کو ابھی اگلے سیشن کے لئے ڈیفیر کرتے ہیں۔

میر یونس عزیز زہری: کمیٹیاں بن جائیں گی، اگر کمیٹی کے حوالے کر دیں تو یہ بھی اسی کے ساتھ جائیگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں ایک بار منسٹر صاحب آجائیں وہ خود جواب دے دیں۔

منسٹر صاحب مطمئن نہیں کر رہا ہے اس کو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ تو ان کا مکمل نہیں ہے نا۔ وہ تو میٹھا خان صاحب کا ہے۔

میر یونس عزیز زہری: ہم نے کہا ڈیفیر کر دیں۔ انہوں نے کہا ہم جوب دے دیں گے۔ اگر جواب

نہیں دے سکتے میرے خیال میں کمیٹی کے حوالے کر دیں۔ جواب آ جائیگا اس کا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں، نہیں ڈیفیر کر دیتے ہیں یہ اگلے سیشن کے لئے۔

جی جناب نصراللہ خان زیرے صاحب آپ اپنا سوال نمبر 15 دریافت

فرمائیں۔

نصراللہ خان زیرے:- question no -15 - جناب اسپیکر صاحب! یہ سوال شاید تیسری مرتبہ ہمارے میں پر آ رہا ہے تو منظر صاحب موجود نہیں ہیں۔ نہیں، اسمیں منظر صاحب کچھ ہمارے ضمنی questions ہیں، شاید وہ منظر صاحب ہی بہتر طور پر جواب دے سکیں گے۔ جو سپورٹس کے منظر صاحب ہیں، اس کو بھی ڈیفر کریں۔ اور جناب آپ کچھ ان پر پابندی لگادیں کم از کم وہ منظر صاحب جن کے سوالات اس دن ایجاد ہے پر ہوں، ان کو مکمل حاضر ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی ان کو حاضر ہونا ہوگا۔ آئندہ کے لئے جن کا بھی سوال ہو، جواب ہو، وہ خود یہاں آ کر جواب دیں تاکہ جو ہمارے اور ارکین ہیں وہ ان کو مطمئن کر سکیں۔

نصراللہ خان زیرے:- جی بڑی مہربانی۔ thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر:- میرے خیال میں کھیل اور ثقافت کے اور بھی سوالات ہیں۔ توجہ دلاؤ نوٹس، جناب ثناء بلوج صاحب! آپ اپنا توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

ثناء اللہ بلوج:- شکر یہ جناب اسپیکر۔ یہ sir میرا سوال جو ہے ویسے حکومت بلوچستان سے ہے۔ جس میں جی ڈی اے کیونکہ کسی ایک محکمہ کو تو ہم نے refer کرنا تھا گواہ دو ڈیپمنٹ اتحاری سے۔ کہ کیا وزیر جی ڈی اے از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ کیا یہ درست ہے کہ بلوچستان کے ساحلی شہر گواہ اور پسندی میں حکومت سعودی عرب کی جانب سے متوقع آئل ریفارٹری کا قیام عمل میں لا رہی ہے۔ نیز کیا صوبائی حکومت متوقع آئل ریفارٹری یا منصوبے کی اہمیت یعنی اس کی importance، طریقہ کار، اراضی، صوبے کی مالی ت، تکنیکی، روزگار اور ماحولیات مفادات کی بابت کون کون سی اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟۔ تفصیل دی جائے؟۔ شکر یہ۔ انجیسٹر زمرک خان اچکزی (وزیر مکملہ زراعت و کوآپریٹوں) :- یہ آپ کا توجہ دلاؤ نوٹس جو ہے بہت صحیح اور حقیقت پر مبنی ہے۔ مطلب اسکے حوالے سے گواہ کے حوالے سے اور پسندی کے حوالے سے۔ حالانکہ ہمارے علم میں اتنا وہ نہیں ہے کہ ابھی کوئی ایگریسنسٹ ہوئی ہے، شاید جمل صاحب کو بہتر پڑتا ہو کہ وہ کیا ہوا ہے۔ کیونکہ آئل ریفارٹری کا ایک دفعہ تو Chinese کے ساتھ ہونا تھا کہ آئل سٹی جو بننی تھی جو میرے دور میں جو وہاں پر settlement ہوئی تھی زمین ان کو ایک ڈیڑھ لاکھ زمین جو دی گئی تھی کہ وہاں پر آئل سٹی بنے گا۔ وہ واپس

اس پر جو پچھلے گورنمنٹ نے اس پر اعراضات لگا کے اور ابھی تک وہ pending میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور جو next ابھی سعودیہ والے آرہے ہیں۔ تو سعودیہ والے کے ساتھ تو ابھی تک میرے علم میں نہیں ہے کیونکہ اگر وزیر اعلیٰ صاحب ہوتے تو شاید یہ اکے علم میں ہو گا کہ انہوں نے ابھی تک کیونکہ آپ کہہ رہے ہیں کہ انکی جانب سے موقع آئل ریفارٹری کا قیام عمل میں لا یا جائیگا۔ تو ابھی تک اگر آپ کو کوئی علم ہو کر کوئی عمل کیا گیا ہے یا نہیں؟۔ میرے علم میں تو نہیں ہے کہ ابھی تک لا یا گیا ہے۔ جب لا کیں گے تو پھر اس ایگر یمنٹ پر بات ہو سکتی ہے یا وزیر اعلیٰ صاحب خود موجود ہو گا تو آپ کو صحیح جواب دے سکتے ہیں۔ میرے علم میں تو نہیں ہے کہ اگر آپ کہتے ہو کہ سی ایم صاحب آجائیں وہ آپ کو بہتر جواب دے سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ کے پاس کوئی ایسا ایگر یمنٹ ہے جو سعودیہ کے ساتھ ہوئی ہے تو آپ اس پر اگر بات کر سکتے ہیں تو وہ بتا دیں۔ اگر ہم جواب دے سکتے ہیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو ہم اسکو ڈیفر کر کے جب سی ایم صاحب آجائیں گے وہ آپ کو بہتر جواب دے سکتا ہے۔

شان اللہ بلوچ:- شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ میں یہ سمجھا تھا کیونکہ یہ توجہ دلاؤ نوؤں ہم کوئی چار، پانچ دن پہلے دیے by-rules جمع کرتے ہیں۔ اور سعودی ولی عہد جو ہے وہ میرے خیال میں ایک، دو دن میں اسلام آباد بھی تشریف لارہے ہیں۔ اور سعودی ولی عہد کے دورے کا سب سے بڑا مقصد جو ہے اس میں یہ بات بھی کی گئی ہے بارہ کے قریب M.O.U's جو ہیں Memorandum of Understandings یعنی مفاہمت کی جو یادداشت کی دستاویزات ہیں، وہ sign ہونے کو جارہے ہیں۔ یعنی مفاہمت کی یادداشت کے جو دستاویز ہیں اس پر دستخط ہونگے۔ اور اس میں جو سب سے بڑی جو دستاویزات ہیں یا جو سب سے بڑے منصوبے ہیں ان میں بلوچستان سے متعلق ہیں ایک یا دس ارب ڈالر کا آئل ریفارٹری کا، پاک سعودی آئل ریفارٹری کا ہے۔ اور دوسرا میرے خیال میں وہ بلوچستان کے منزل سیکٹر میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ جب اتنا critical-time ہے، سعودی ولی عہد اسلام آباد لینڈ کر رہا ہے، دس سال کے بعد کوئی سعودی ولی عہد یا سعودی حکمران، وہ پاکستان آرہا ہے۔ سب کی نظریں بلوچستان کے معدنی دولت، بلوچستان کے ساحل و وسائل پر لگی ہوئی ہیں۔ اچھی کچھ کی نیک نیتی کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ کچھ کی بد نیتی کے حوالے سے۔ تو میں یہ چاہ رہا تھا میرے اس توجہ دلاؤ نوؤں لانے کا مقصد بڑا normally اس لئے تھا کہ یہ House آج جو ہے ہم صرف یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ اس میں کچھ پیشرفت ہوئی ہے۔ میں اس میں بتانا چاہوں گا کہ اگر حکومت کے پاس معلومات نہیں ہیں۔ سعودی وزیر جو ہے برائے جو تیل اور گیس سے متعلق جو ہے ان کے اکنامک افیزز سے

متعلق انکا ایک delegation جو ہے وہ حال ہی میں جو گواہ اور پسند آیا۔ انہوں نے اس علاقے کا دورہ کیا۔ اس علاقے کی زمین دیکھی۔ تیس سے پہنچتیں ہزار کے قریب ایکڑ زمین جو ہے لینے کی بات کی جا رہی ہے۔ ہم بلوچستان کے Law-makers ہیں۔ ہم بلوچستان کے قانون ساز ہیں۔ ہم بلوچستان کے عوام کی مفادات کی ترجمان ہیں۔ اس سے پہلے نواب اسلام ریسانی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں محترم، انہوں نے ایک قرارداد لایا کہ سی پیک کے معاملات یہاں پیش کئے جائیں۔ نہیں لائے۔ میرا ایک قرارداد تھا سی پیک سے متعلق کہ اس سے پہلے اسمبلی میں یہی باتیں ہوتی تھیں کہ بلوچستان کو سی پیک سے بہت ملے گا۔ ہماری over-expectations، بہت سی توقعات جو ہیں وابسط کروائی گئی ہیں۔ لیکن بدستمی سے آج پتہ چلا کہ سی پیک بلوچستان کے لئے خواہشات کا غبارہ ثابت ہوا۔ باسٹھارب ڈالرز، چھ ہزار دوسو چھ ہزار پانچ سوارب روپے میں سے بلوچستان کو کچھ نہیں ملا۔ میں نے اس پر توجہ دلاؤ نوٹس پر میرے کہنے کا مقصد یہ تھا تو میں سمجھتا تھا کہ میرے دوست میں بھائی ہیں حکمران جماعت میں جتنے لوگ میں ان کے ساتھ جو ایک آفیش بہت بڑی بیورو کریئی کی ٹیم ہے۔ اُس میں میں نے پانچ چیزوں کی بات ہے۔ اگر وہ یہ ڈیفرینگی کرنا چاہیں مجھے وہ نہیں ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں انہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس پر بیشک کل، ہمارا اجلاس ہونا چاہیے۔ تاکہ سعودی ولی عہد یا حکمران کی جو آمد ہے اس کے وقت بھی کم از کم نیشنل واٹر نیشنل میڈیا میں ایک بات clearly جانی چاہیے کہ بلوچستان کے عوام اب اتنے سنجیدہ ہیں ان میں اتنی دانست ہے اتنی فہم ہے کہ وہ بلوچستان کے عوام، اپنے نوجوان، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زمین، اپنے ساحل اور وسائل کے حوالے سے وہ بڑی زیرِ نگاہ رکھتے ہیں۔ میں نے اس میں تین چیزوں کی بات کی تھی کہ ریفارمنٹ منصوبے کی اہمیت۔ دیکھیں! ریفارمنٹ منصوبے بہت بڑے منصوبے ہوتے ہیں دنیا میں بہت کم ملکوں میں یہ بنائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر بنتے بھی ہیں تو ان کی بہت بڑی importance ہوتی ہے long-lasting۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ طویل المیاد اسکے اثرات ہوتے ہیں معاشرے میں، اس کی میکٹ پر، اس کی تجارت پر۔ تو ہذا اس کی اہمیت اور importance جو ہے وہ یہ House ضرور discuss کرے۔ جب آپ importor سے کسی چیز کی آگاہی آپ کو ملے گی تب جا کے آپ اسکو complete-main-discuss کر سکتے ہیں۔ پھر میں نے ایک بات کی تھی اراضی کی۔ جمل کلمتی صاحب میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، بلوچستان کا یہ ساحل کبھی ایک روپے بھی investment کے حوالے سے، ترقی کے حوالے سے اسلام آباد کے لوگوں کو attract نہیں کرتا تھا۔ میں 1997ء میں جب ایم این اے تھا، اس سے پہلے بھی ہمارے بزرگ رہ چکے ہیں جو سیاست میں۔ ہم

کرتے تھے وہاں پر کوئی ایک گلومنٹر سرک بچانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ آج ہماری زمین ان کو اتنی خوبصورت لگی ہے کہ پریس کانفرنس وہیں پر، میٹنگیں وہیں پر، مجلسیں وہیں پر، سپورٹس کے ایونٹس وہیں پر۔ اس لئے کہ ہماری زمین کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اُس وقت اسکو ignore کر رہے تھے آج ان کے مفادات وابسط ہیں۔ لیکن ہمارے مفادات کے حوالے سے الہزا اراضی تینتیس یا پینتیس ہزار ایکٹر ہم دے رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح میں نے کہا کہ جو ریکوڈ ک جو ہے ایک سوسائٹھ روپے فی ایکٹر کے حساب سے اُس وقت جو ہے 93-1992ء میں جوالاٹ کر دی گئی تھی۔ کہیں ہماری اتنی بڑی زمین جو ہے تینتیس ہزار ایکٹر ہمیں پہنچانا چاہیے لیز پر، رینٹ پر، یا as a partnership کی بنیاد پر دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ بہت important-aspect ہے۔ ہم اپنی زمین کے لئے as-a-partnership کو discuss کریں۔ کو دیں، بلوچستان کو سالانہ دوسو سے چار سوارب روپے ہمیں مل سکتے ہیں۔ آج غریب صوبہ ہے الہزا یہ بہت اگر اس کی جو land اور اس کی policy کو discuss کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسکے صوبے کے مالی یعنی اسکا economic benefit ہمیں کیا ہوگا؟۔ یہی ہے جو میں نے کہا کہ اگر آپ partnership میں جانا چاہتے ہیں یا زمین کرائے پر دینا چاہتے ہیں یا مفت میں دینا چاہتے ہیں، خوشی میں کہ جی ہمارے گھر میں میلیہ آ رہا ہے۔ آگئی ہیں اس کی خوشی میں ہم نے دے دی۔ یہ بہت critical طریقے سے اسکو سوچنا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ technical aspect روزگار۔ اس وقت دنیا میں بہت سی ایسی قومیں ہیں جو پہلے سے تیاری نہیں کرتے۔ بلوچستان میں ہمارے 18 لاکھ کے قریب نوجوان ہیں اس میں تقریباً ایک سو لاکھ لوگ نوجوان ایسے ہیں جو روزگار کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک چمک ہے، خواہش ہے کہ انکی لیڈر شپ ان کے لیے روزگار کے ذرائع پیدا کریں گے۔ ایک باپ کی حیثیت سے، ایک لیڈر کی حیثیت سے یہ ہمارا فرض بتاہے کہ ہم نے اچھی یونیورسٹیاں نہیں بنائی۔ ہم نے اچھے تکمیلیکی ادارے نہیں بنائے۔ ہمارے ساتھ جو human resource ہیں، انسانی وسائل جس کو کہتے ہیں وہ oil and gas field کے لیے ہیں، ہی نہیں۔ ہمارے پاس کوئی ایک اچھی یونیورسٹی نہیں ہے جو oil refinery کے human resource کے oil refinery کے needs کی یعنی اس کے انسانی وسائل کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ تو الہزا اگر نہیں تو 3 سے 4 لاکھ لگیں گی۔ ہمارے جنو اجو ان بیٹھے ہیں ہم انکو کم از کم ابھی سے اسکے لیے تیار کر سکتے ہیں ایک تو یہ بات ہے کہ یہ clearly ہمیں پہنچانا چاہیے کہ اس کی needs کیا ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- اس کو شاء بلوچ صاحب! ڈیفیر کرتے ہیں تاکہ سی ایم صاحب کی موجودگی میں پھر آپ بات کر سکیں۔

شاء اللہ بلوچ:- sir میں بالکل آپ سے متفق ہوں۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ سلیم جان! ایک منٹ۔ میں اس پر سمجھتا ہوں کہ بالکل جناب والا آپ ایک رولنگ دیس یا ایک توجہ دلا و نوٹس ہے۔ زمرک خان میرے بھائی نے بھی یہ تسلیم کیا کہ یہ بہت important ہیں۔ سلیم جان بھی اس پر بات کریں گے۔ اسد جان بھی ہوں گے حمل صاحب بھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اسکو as an adjournment motion کے طور پر لیں۔ یا resolution، قرارداد کے طور پر لیں۔ یہ جو ہیں اسمبلی اس توجہ دلا و نوٹس کو کل آنے والے اجلاس میں، پرسوں نہیں، اُس کی ایک وجہ ہے۔ ایک دن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ کل اگر یہ قرارداد زیر بحث آئے گی بلوچستان کی صوبائی اسمبلی ایک بہت ہی message clear بھیج گا تو پرسوں جو ہیں سعودی شہزادہ جو صح ناشتے پر ڈان یا نیوز کوئی اچھی اخبار پڑھے گا اسکو پڑھے چلے کہ بلوچستان میں بھی، بکریاں نہیں رہتے ہیں۔ بلوچستان میں بھی زندہ لوگ ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ بلوچستان کے تینیکی، مالی وسائل اور بلوچستان کے معدنیات ساحل و وسائل اور اس سے متعلق اگر اسلام آباد میں کوئی معاہدات ہو رہے ہیں گو کہ ہم اس میں شامل نہیں ہیں۔ تو کم از کم یہ ہیں کہ ہمیں اسکی آگاہی ہیں۔ اور ہم اپنا ایک بہت ہی polite، شاستری سا، بالکل diplomatic سا، سفارتی سا جو message اس ایوان کے ذریعے سے رکھو لیں۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ۔

وزیر حکومت زراعت و آپریٹوں:- شاء صاحب نے بہت اچھی باتیں کی ہیں۔ شاء صاحب میں ایک چیز آپ کو بتا دوں کہ چاہے اگر ہم اپوزیشن میں بیٹھے ہوں یا آج treasury branches میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے بلوچستان کے حقوق کے لیے یہاں پر رہنے والوں کے حقوق کے لیے ہم نے ہمیشہ بات کی ہیں۔ اور کبھی بھی آپ یہ نہ ہو کہ قرارداد ہو یا نہ ہو، آپ کا توجہ دلا و نوٹس ہو یا نہ ہو، ہماری جتنی بھی پارٹیاں یہاں پر بیٹھی ہوئی ہیں، ہمارے جتنے بھی یہاں پر اتحادی پارٹیاں ہیں جس سے بھی تعلق رکھتے ہیں جناب اسپیکر صاحب! چاہے وہ BNP کے ہوں، چاہے وہ BAP کا ہو، چاہے وہ تحریک انصاف کا ہو، چاہے وہ ANP کا ہو، BNP عوای cabinet میں یہ بات ہوئی ہو، چاہے وہ ہزارہ ڈیموکریٹ ہو یا PJP ہو جتنی بھی پارٹیاں ہیں۔ ہمارے

ہیں شاء صاحب! اگر آپ سن لیں تو اس میں ہمارے ریکوڈ ک پر یا چاہے ہمارا سی پیک ہو سب سے پہلے ہم نے سی پیک اٹھایا تھا سی ایم صاحب سے ہم نے یہ بات کی تھی کہ سی پیک پر ہم کبھی بھی compromise نہیں کریں گے، وفاق سے۔ جس میں بلوچستان کا شیر نہیں ہو۔ جس میں ہماری حقوق کی پاسداری نہ ہو۔ اور انکی کوئی ضمانت نہ ہو۔ ہم نے بات کی اور یہاں سے سی ایم صاحب خود گئے اور وہاں وزیر اعظم صاحب سے میٹنگ میں یہ کہا کہ ہماری جو مغربی روٹ ہیں اور اس کے ساتھ یہاں سے لے کر پورے بلوچستان سے جو یہ روٹ گزرتا ہے وہ گوادر تک پہنچتا ہے اور ہم نے یہ بھی نشانہ، سی کی کہ جو بھی projects جتنے بھی منصوبے ہیں چاہے وہ ایئر پورٹ ہے گوادر میں بن رہا ہے چاہے دوسرا جو دو منصوبے ہیں اسکوں ہیں یا hospital بن رہے ہیں اس سے پی پیک کا کوئی تعلق نہیں ہیں گوادر میں تو یہ بننا چاہیے۔ کیونکہ گوادر نہیں ہو گا تو سی پیک نہیں ہو گا گوادر ہو گا تو سی پیک ہو گا یہ تو مجبوری ہیں ہماری ملک کی بھی اور China کی بھی۔ اور جتنے بھی international countries میں involve ہیں، وہ گوادر کی وجہ سے ہیں۔ تو گوادر میں ہمیں بتایا جائے کہ آج تک سی پیک میں کیا ہوا ہے؟۔ تو سی پیک میں کچھ نہیں ہیں۔ ہم نے stand لیا۔ ہمارا چیف منستر نے۔ اور ہم نے یہ کہا کہ جتنے بھی منصوبے ہیں آسمیں بلوچستان کے حقوق کی ہم ذمہ دار ہیں۔ یہاں پر یہ جو آج ہم بیٹھے ہوئے ہیں، ہم اس بنیاد پر نہیں بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہمارے پاس وزارت ہیں یا ہم نے چیف منستر یہاں پر منتخب کر دیا۔ یا ہم نے اسپیکر کو یہاں پر نہ مددادیا۔ تو بس یہ ہمارے حقوق کی جو ہیں وہ ضمانت ہو گیا۔ اور ہمیں بلوچستان میں حقوق مل گیا۔ نہیں، ہم ہر چیز پر چاہے وہ آپ نے آج گوادر کی بات کی ہے، وہاں پر وفاقی حکومت سے oil refinery کا۔ یہ oil refinery کا تو مجھے تو اتنا علم نہیں ہے لیکن جب جب oil ہو گا تو refinery ہو گی۔ یہاں پر ہمارے پاس کدھر oil ہیں؟۔ کہاں پر تیل نکلتی ہیں؟۔ تو oil refinery بنے گا۔ دوسری بات اراضی کی ہیں۔ ہمارے روینومنسٹر بیٹھے ہیں شاید وہ آپ کو تفصیل بتاسکیں۔ اور حمل کمٹی صاحب ہتر طریقے سے یہ جانتا ہے کہ ہم نے کبھی بھی جب ہم روینومنسٹر تھے 2008ء سے، نواب محمد اسلم ریسنسی اسٹریٹیجی ہمارے چیف منستر تھے۔ ہم نے ایک فٹ زمین کبھی یہاں تک کہ بیلڈ کی زمین کو بھی ہم نے رکوادریا۔ جو اتحل کی زمین وہاں airforce allot کو تھی، حمل صاحب! آپ کو یاد ہو گا ہزاروں ایکٹر۔ اس کو بھی ہم نے اور ہماری نواب صاحب نے انکو رکوادریا۔ ہم نے اس پر اس وقت بھی compromise نہیں کیا۔ بلوچستان کے حقوق پر نہ ہم compromise کریں گے۔ آپ کا توجہ لاڈنالس بالکل صحیح ہیں۔ ہمارے مالی حالات ہوں، چاہے اراضی ہو، چاہے refinery ہو، چاہے وہ ریکوڈ ک سے تعلق رکھتا

ہو۔ چاہے وہ گوار سے ہو۔ چاہے وہ سیندک سے ہو۔ چاہے وفاق جو ہمارے جو روزگار ہیں ان سے نسلک ہو، ہماری جو cabinet کا جو فیصلہ ہے یہ نہیں کہ ایم صاحب کا فیصلہ ہے۔ ہم نے یہ کہا کہ اس پر ہم لڑیں گے۔ اور ہم وفاق سے اپنے حقوق لانے کی ہر وہ ممکن کوشش کریں گے جو جمہوری طریقے سے ہو۔ جو ہماری وہ تقاضے پورے کریں جو ہمارے حقوق ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم تشدد پر یقین نہیں رکھتے ہیں۔ لیکن عدم تشدد کے ذریعے عوام کی طاقت سے انشاء اللہ بلوچستان کے حقوق ہم لے آئیں گے۔ اگر نہیں لاسکے تو یہ آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم صرف اس منسٹری تک مدد و نہیں رہیں گے۔ شاید ہم پھر وہاں پر جو بھی احتجاج ہوگا ہم سب مل کر جائیں گے۔ حقوق کے لیے بات کریں گے۔ نوکریوں کی بات ہے۔ آپ نے نوکریوں کی بات کی۔ یہاں پر آپ کو پتہ ہے کہ نوکریاں ابھی آپ دیکھیں اخبارات میں۔ آپ پچھلی گورنمنٹ کا بھی انکے ساتھ موازنہ کر لیں۔ اور اس گورنمنٹ کا بھی کر لیں کہ روزانہ ہماری اخبار میں یہ چیف منسٹر صاحب کی ہدایت ہے کہ پوری بیورو کریسی کو بلوچستان کے جتنے بھی یہاں پر خالی اسامیاں ہیں ایک دن کیلئے بھی انکو نہیں روکو۔ اور انکو بھی advertise کرو۔ اور جو آگے آنے والے وقت میں آپ کو جہاں بھی ایک کشن ملتا ہے، اس میں آپ عوام کے، یہاں کے روزگار جتنے بھی بیرون روزگار نوجوان ہیں، انکو روزگار دلانے کی کوشش کرنا۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ انشاء اللہ آپ ہمیں بتایا کریں، ہم کریں گے۔ پھر بھی اگر آپ ان سے مطمئن نہیں ہو تو آپ چیف منسٹر تک۔ اس سے پہلے آپ قرارداد کی بات کریں۔ تو قرارداد تو آج آپ کو لانا چاہیے تھا۔ شاید یہ چیز آپ کے نوٹس میں تھا کہ ولی عہد جو ہے وہ 16 تاریخ کو آ رہا ہے۔ دو دن کی انکی وہ ہیں۔ جب وہ آئیں گے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اس فلور پر میں کہتا ہوں کہ بلوچستان کے حوالے سے کوئی بھی معاملہ ہوگا۔ اس میں بلوچستان کا چیف منسٹر اور یہاں کے cabinet کو اعتماد میں لیے بغیر اسکے وعدے پر ہم کبھی بھی compromise نہیں کریں گے۔ یہ میں گورنمنٹ کی طرف سے شاید ہمارے دوست اس پر متفق ہوں۔ ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جو بھی گوار سے لے کر بلوچستان میں کوئی بھی معاملہ ہو، وہ ہمارے چیف منسٹر کو اور ہمارے cabinet کو اعتماد میں لے کر اور اس معاملے کو ہم تسلیم کریں گے۔ اگر ہماری موجودگی نہیں ہوگی تو وہ معاملہ بیکار ہوگا۔ اور شاید اس میں ہمارے تحفظات ہوں گے۔ تو اسکے ساتھ میں تو request کرتا ہوں کہ اسی طرح ہم چلیں گے۔ اور یہی پیغام میں تمام جتنے بھی ہمارے صحافی حضرات بیٹھے ہوئے ہیں، انکو headline پر کر دیں کہ جو بھی فیصلہ ہوگا بلوچستان کے عوام کے متعلق، اُسی میں ہماری گورنمنٹ کو اعتماد میں لے کر۔ تو انشاء اللہ اس کو ہم صحیح طریقے سے چلا کیں گے۔ اور ساتھ جائیں گے۔ نہیں تو شاید اس پر پھر ہماری گورنمنٹ کے تحفظات کا کیا، اُسکو ہم پھر تسلیم

نہیں کریں گے۔ thank you جی۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: جی میر حمل کلمتی صاحب۔

میر حمل کلمتی: جناب اسپیکر! جس طرح اس توجہ دلا و نوش پر شناہ بلوچ صاحب نے بات کی ہے۔ میرے دوست زمرک خان نے بات کی ہے۔ دیکھیں خان صاحب! آپ کو بھی پتہ ہے ابھی تک گوادر پورٹ کے حوالے سے جو آج تک گوادر پورٹ کا جو agreement ہوا ہے۔ بلوچستان اسمبلی بارہا کہتی رہی، چیف منٹر نواب صاحب تھے، تب بھی، ثناء اللہ زہری صاحب تھے تب بھی۔ عبدالمالک صاحب تھے، تب بھی۔ عبدالقدوس بن جو صاحب تھے تب بھی۔ ان سب کو اس tenure میں میں اس اسمبلی کا ممبر رہا ہوں۔ اور مجھے افسوس کے ساتھ ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج تک وہ معابرہ بلوچستان اسمبلی میں نہیں آیا۔ اب آپ کہہ رہے ہیں کہ بلوچستان cabinet کو اعتماد میں لینا چاہیے گوادر کے حوالے سے۔ چونکہ گوادر اس وقت پورے ملک کا شہر گ ہے۔ کوئی ماتھے کی جھومر کہتا ہے۔ کوئی سی پیک کا نام دیتا ہے۔ میں صرف اتنا کہوں گا جیشیت ایم پی اے گوادر۔ کوئی چیز بھی، کوئی پروجیکٹ گوادر کے علاوہ ناکمل ہے۔ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی تک آج بھی آپ نے صحیح اسٹیٹمنٹ پڑھا ہوگا P&D minister planning کا۔ commission کے خسرہ بخیار صاحب کا۔ گوادر ماسٹر پلان بن رہا ہے۔ یہ تیسرا ماسٹر پلان بن رہا ہے۔ کبھی NESPAK آ کر بنتا ہے۔ میں نے کبھی اتنے ماسٹر پلان کہیں بھی دنیا میں نہیں دیکھے ہیں۔ کہ ہرچھ سال، آٹھ سال بعد ایک نیا ماسٹر پلان بنتا ہے۔ اور اس دفعہ بھی افسوس کے ساتھ یہی کہنا پڑ رہا ہے کہ جو ماسٹر پلان ابھی بنایا گیا ہے۔ آج صحیح اسٹیٹمنٹ تھی کہ تمام Stakeholders کو اعتماد میں لیا گیا ہے۔ Stakeholder گوادر کا میں ہوں۔ وہاں سے میں ووٹ لیتا ہوں عوام سے۔ Stakeholder بلوچستان کی یہ سارے بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی بھی مجھے بتا دیں کہ آیا ماسٹر پلان کے حوالے سے۔ شاید چیف منٹر کو اعتماد میں لیا ہو، وہ بھی مجھے نہیں پتہ۔ وہ آج نہیں ہے۔ وہ خود بتاتے لیکن افسوس کے ساتھ کہ کسی بھی agreement میں ہمیں اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ نہ ہم سے کبھی پوچھا جاتا ہے۔ ہم سوئی کے لیے کہتے ہیں۔ ہم ریکوڈ کے لیے کہتے ہیں کہ فیڈرل گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ غلط کیا۔ لیکن ہم افسوس کے ساتھ اس ایوان میں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہیں، آج تک نہیں کہتا ہے کہ خدارا! وہ agreement لے آئیں۔ جس سے ریکوڈ ختم ہونے والا ہے۔ سوئی ختم ہو جائے گا۔ لیکن گوادر پورٹ کبھی بھی ختم نہیں ہونے والا پروجیکٹ ہے۔

اسی کی وجہ سے آج بلوچستان میں یہ حالات ہیں۔ اسی کی وجہ سے سارے expenditure جتنے بھی ہیں، وہ گورنمنٹ آف بلوچستان چاہے VIP-movement کے نام سے ہوں۔ ہمارے بولوں روپے گورنمنٹ آف بلوچستان pay کرتی ہیں۔ یا بلوچستان pay کرتی ہے۔ سیکورٹی کے نام پر ہوں، اربوں روپے گورنمنٹ آف بلوچستان routine کرتی ہیں۔ یا کوئی events، seminars، functions کوئی ایسا routine نہیں ہے گوارمیں کہ گوارکی main-road road closed پر تمام movement نہیں جائیں، کوئی عذاب میں آگئے ہیں۔ میں بحثیت ایم پی اے گوار کہتا ہوں، آپ سب بیٹھے ہوئے ہیں سب سن رہے ہو۔ میں کہتا ہوں یہ پروجیکٹ ہمارے لیے ایک عذاب بن کر آیا ہے۔ میرے لوگوں سے آج بھی ایک ٹلے کا انکو فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ نقصانات ہو رہے ہیں۔ ہمارے ماہی گیروں کی سمندر ہم سے جا چکی ہیں۔ جو بنا یا جاتا ہے ہم سے پوچھا نہیں جاتا، گوار کے لوگوں کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ جس سرز میں میں ہمارے باپ، دادا، پرداداؤں نے، ہماری پُشتوں نے قربانیاں دی ہیں۔ ہم پر تیگیوں سے اس سرز میں کے لیے لڑے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ آج ہم سے نہیں پوچھا جاتا۔ ہماری زمین کوڑیوں کے دام Land Acquisition Act کے تحت دی جاتی ہیں۔ آیا یہ زمین ہم نے صرف اس لیے اس دن کے لیے رکھی تھی کہ یہ زمین کسی اور کے کام آئے۔ افسوس کے ساتھی، یہ زمین اگر میرے باپ، دادا، میرے پُشتوں نے رکھی تھی یا گوار کے ان لوگوں نے رکھی تھی کہ کل ان کی نسلوں کے کام آئیں۔ آج بھی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے refinery کی باتیں تو ہو رہی ہیں لیکن جس تحصیل میں refinery بن رہی ہے وہاں تیسری دفعہ settlement ہوتی ہیں۔ اور اگلی گورنمنٹ آ کر اسکو cancel کرتی ہے کہ فلاں نے اس settlement میں گڑبرڑ کیا ہے۔ زمرک خان صاحب، ریونیون مسٹر تھے میں حلفاء یہاں کہتا ہوں آپ کوئی بھی قسم کھلادیں کہ شاید انکو کوئی وہاں پر ایک انج زمین کا بھی انہوں نے نہیں لیا ہے۔ میں انکا سب سے قریبی دوست تھا۔ انہوں نے بحثیت ریونیون مسٹر کبھی بھی نہیں کہا کہ یہ زمین مجھے چاہیے۔ اور میں appreciate کرتا ہوں انکو کہ انکے دور میں کوئی زمین الٹ نہیں ہوئی۔ اسکے بعد سے یہ سلسلہ دوبارہ سے شروع ہو چکا ہے۔ 36 ہزار ایکڑ اس تحصیل میں جہاں پر oil refinery بن رہی ہے، ان غریب لوگوں کی زمینیں cancel کی گئی ہیں ”کہ یہاں پر فراڈ ہوا ہے۔ فلاں ہوا ہے“۔ پورا بلوچستان آپ لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ کبھی کوئی میں، کوئی سے تو گوار کی زمین کی قیمت زیادہ نہیں ہیں۔ اس oil refinery میں اس وقت بھی لاکھ، ڈیڑھ لاکھ روپے، دو لاکھ، تین لاکھ یا پانچ لاکھ روپے سے زیادہ ایکڑ نہیں ہوگی۔ کوئی میں آپ آؤ گے لیاقت بازار چلے جائیں میرے خیال سے آپ کو جو کمرشل

پلاٹ ملے گا وہ کروڑوں اربوں روپے میں ملیں گے۔ یہاں کوئی کچھ نظر نہیں آتا۔ حب میں جو ہوا ہے وہ نظر نہیں آتا دوسرا ڈسٹرکٹ میں جو ہورہا ہے آیا صرف گوادر نظر آ رہا ہے؟۔ گوادر کی اہمیت ہے۔ میں اس اسمبلی کو بھی آج کہتا ہوں افسوس کے ساتھ مجھے کہنا نہیں چاہیے میں کہتا ہوں کہ سب کو صرف گوادر کی صرف زمین کی ضرورت ہے۔ اور میں گوادر کے لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں کہ میں اور آپ گوادر سے باہر یا تو میر محمد علی یا تو اصغر رند کے حلے میں بیٹھے ہوں گے۔ یا تو اسد صاحب کے پاس پنجور جائیں گے۔ گوادر میں ہمارے لیے زمین نہیں رہے گی۔ میں گورنمنٹ آف بلوچستان سے بھی یہی بارہ کہہ رہا ہوں جام صاحب سے بھی کہا۔ یہ میں، یہ سرزی میں جب گوادر بلوج اور بلوچستان کے لوگوں کی ہے۔ گورنمنٹ آف بلوچستان ہے تو یہ ڈسٹرکٹ آپ کا ہے۔ جس دن وہاں پر زمین نہیں بچی تو انشاء اللہ اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو کہ گوادر کو بلوچستان سے الگ کیا جائے۔ اسکو فیدر لال گورنمنٹ اپنے under assets میں چاہتا ہوں کہ گوادر ہمارا ہے، اس کے لیے ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دی ہیں۔ تو اس حوالے سے میری آپ سے request ہے جو شراء بلوج نے توجہ دلاؤ نوٹس لیا ہے۔ یہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اور اسکوکل کے اجلاس میں رکھ لیں۔ اور ساتھ ساتھ پہلے بھی ہم نے پچھلے request tenure میں کی تھی۔ آپ جب تک گوادر کے حوالے سے قانون سازی نہیں کریں گے تو یہ گوادر بلوچستان اور گوادر کے لوگوں کے ساتھ ظلم ہوگا۔ خدارا! پورے اسمبلی اس پرسوچیں اور بیٹھیں۔ میں اور آپ، میں ایم پی اے گوادر آپ لوگوں کے ساتھ ہوں جس طرح آپ تمام دوست کہیں گے جو پالیسی ہوگی گورنمنٹ آف بلوچستان کی اسی کے تحت ہم کریں گے۔ اور گوادر کو بچانا ہے۔ گوادر کے لوگوں کے تحفظات کو دوڑ کرنا ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ گوادر کے تمام لوگ، بارہ میں کہہ رہا ہوں کہ روڑوں پر نکل جائیں گے۔ اور گوادر میں ایک عجیب سی کشمکش شروع ہوگی۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:۔ شکر یہ میر صاحب! آپ نے بہت اچھی باتیں کی۔ گوادر کے حوالے سے۔ جی آغا جان۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:۔ جناب اسپیکر! میں اس ہاؤس میں چاہے ادھر ہوں یا اُدھر ہوں، ہم سب پاکستانی ہیں اور بلوچستانی ہیں۔ اور بلوچستان اس پاکستان کے نقشے میں ایک دل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جس دن خدا نخواستہ یہ دل fail ہوا۔ تو پھر پاکستان کی حیثیت نہیں رہے گی۔ ہم نے پچھلے 70 سالوں سے دیکھا ہے۔ سوئی سے لے کر سیندھ میں جائیں ریکوڈ ک میں جائیں اور باقی جو بھی minerals ہیں اُس پر جائیں یہ

سب کچھ اس سرز میں سے نکتارہا۔ لیکن ہاں کے لوگ در بدر ہی ہیں۔ جب سے یہی پیک اور گوادر کا سلسلہ شروع ہوا ہے بار بار اسمبلی میں کہا گیا ہے اسمبلی سے باہر بھی کہا گیا ہے اور اسلام آباد میں بھی ہمارے ساتھیوں نے گزارشات پیش کی ہیں کہ ہمیں بتایا جائے کہ ہو کیا رہا ہے کیونکہ اصل بات تو گوادر ہے اور گوادر کے حوالے سے یہی سی پیک ہے۔ گوادر بلوچستان کا ہے ایک اکائی کی حیثیت سے۔ ہمیں ہمیشہ اندر ہیرے میں رکھا گیا ہے مرکز میں جو بھی گورنمنٹ آئی ہوانہوں نے ہمیشہ لوگوں کے dard میں رکھا گیا ہے اور لوی پاپ دیا جاتا رہا ہے۔ اس گوادر میں سی پیک کے حوالے سے کئی سالوں سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ کبھی نیشنل ہائی وے کو مغربی رُوت کا حصہ بنایا جاتا ہے اور کبھی کوئی اور بات کی جاتی ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ شہداد کوٹ سے تمام ریلیو ڈیزی اور ہائی ویز بھی یہ سب ٹرانسپورٹ وایا طورخ divert کر دیں گے اور دیکھتے رہیں گے۔ ہم نے بار بار یہی گزارش کی ہے کہ آپ عمر کوٹ سے ژوب ژوب سے کوئی یہ جو مغربی رُوت ہے اس کو مکمل کریں اور اس کے فائدے long-run میں بھی ہیں سال بارہ مہینے کھلے رہتے ہیں shortest-possible-route ہے۔ سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ ریلوے بارڈر چمن سے یہ موجود ہیں۔ لیکن اس قسم کی lobbies اس ملک میں موجود ہیں جو دبے دبے انداز میں بلوچستان کو نظر انداز کرتی چلی جا رہی ہے۔ کیا قباحت ہے کہ اس منصوبے کے تمام components ہیں آج تک ہم سے چھپائے جا رہے ہیں۔ چوری سے کام ہو رہے ہیں اس میں power-degeneration projects میں بلوچستان کو کیا ملا ہے اس میں free-industrial projects ہے بلوچستان کو کیا ملا ہے۔ اس میں ریلوے links ہیں بلوچستان کے حوالے سے کیا کام ہو رہا ہے۔ مغربی رُوٹ آپ کے سامنے ہیں۔ اس کے بعد گوادر میں جو بھی developments ہو رہی ہیں جیسے بھائی نے فرمایا ہے اس میں کچھ ہمیں پڑتے تو چلے۔ ہم نہیں چاہتے ہیں کہ پاکستان ڈولپمنٹ نہیں کرے ہم چاہتے ہیں پاکستان ڈولپمنٹ کرے لیکن ہم بھی اسکے ساتھ development کریں۔ یہ نہیں ہو کہ پاکستان تو ڈیلپ کرے اور بلوچستان کا ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے۔ اور یہ پاکستان کی وجود استحقاق اور integrity کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ہم نے اپنے حوالے سے جب ہمیں موقع ملتا ہے ہم با تین کرتے ہیں لیکن موجودہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے شاید مرکز میں بھی ہمارے کچھ لوگ موجودہ حکومت کے ساتھ مرکزی حکومت کے ساتھ شامل ہیں۔ یہ بات آج ہی اس ہاؤس کے حوالے سے پر لیں کے حوالے سے یہ جو ہماری گزارشات ہیں ساتھیوں نے جو خدشات سامنے رکھیں ہیں اس کو پر لیں میں highlights کیا جائے نیشنل پر لیں میں highlights کیا جائے انٹرنیشنل پر لیں میں highlights کیا چاہے تاکہ کل شاہ معظم کے

دورے سے پہلے ہی سارے یہ جو خدمات ہیں چاہے ثنا کے منہ سے نکلی ہوں چاہے جمل کے منہ سے نکلی ہوں چاہے زمرک کے منہ سے بات نکلی ہو یا میں یا کوئی اور ساتھی ہم سب اس معاملے پر issues ہم سب کی ایک ہی ہیں۔ ہم سب بلوجتنی ہیں بھوکے مریں گے تو سب ایک ساتھ مریں گے اگر خوشحال ہوں گے تو سب خوشحال ہوں گے۔ اگر لسیلہ کے لوگ خوشحال ہوں گے تو پیش اور چمن کے لوگ بھی خوشحال ہوں گے۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آغا صاحب۔ جی اذان ہو رہی ہے۔

(اذان۔ خاموشی)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر! تو میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ مرکز میں بہت ساری lobbies ہیں گونہنٹ میں جب بھی لوگ آتے ہیں چاہے وہ پرائم منستر کے لیوں پر ہوں چاہے وہ چیف منستر کے لیوں پر ہوں وہ سب ان حالات سے وہ lobbies ان کے اردوگرد ایسے ہوتے ہیں کہ انکو پریشان کر دیتے ہیں۔ اس وقت جو مرکزی حکومت ہے عمران خان صاحب کے زیر سایہ اور ہمارے وہاں لوگ جو مرکز میں اُنکے allies ہیں یا مرکزی حکومت میں شامل ہیں۔ یہ ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ یہ تمام باتیں محترم پرائم منستر صاحب کے سامنے لاٹیں اور ان کو بروقت یہ سمجھایا جائے ورنہ اگر خدا خواستہ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی کیونکہ آپ کے گواہ پورٹ اور سی پیک کے خلاف جب سے یہ بات سامنے آئی ہے انٹیشنس لیوں پر آپ کے اڑوں پڑوں کے ملکوں نے اس کے مقابلہ میں بہت ساری lobbying کی ہیں اور اس کی کچھ روایتی دو ایسا ملک کے اندر بھی موجود ہیں۔ اور وہ نہیں چاہتے ہیں کہ نیشنل بھی اینجینئر بیشمول امریکہ اور ہمارے اڑوں پڑوں کے لوگ جو اپنے لئے اس کو ایک اقتصادی نقصان سمجھتے ہیں وہ کبھی بھی نہیں چاہتے ہیں کہ پاکستان جس طرح کہ ایک عالم اسلام کے ایک لیڈر کی حیثیت سے ہے۔ کہ پاکستان مزید ترقی کر سکے۔ وہ سارے lobbies اُسکے خلاف لگی ہوئی ہیں۔ خدارا! ان lobbies کے ہاتھ سے اس بات کو نکالا جائے اور بلوجستان کے لوگوں کو ان کے حقوق دیئے جائیں ان کو بٹھا کر کے ٹیبل پر سامنے اکنی تسلی کرائی جائے بلوجستان کے لوگ پاکستان کے وفادار ہیں۔ ہم ایک مضبوط پاکستان کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اپنی گلے پر چھری پھروں کے نہیں۔ اس میں ہم بھی خوشحال رہنا چاہتے ہیں لہذا ہماری یہ ملصانہ گزارشات کو توجہ دی جائے۔ بلوجستان کے لوگوں کو اعتماد میں لیا

جائے اور گوادر کا میا بی کی کنارے تک پہنچانے میں اپنے لئے مزید مشکلات آنے والے دنوں میں پیدا نہیں کیا جائے اس سے بہتر اس کا اچھا حل کوئی نہیں ہو گا اور میری یہ گزارش ہے کہ آج کی جو یہ ہمارے گزارشات ہیں اور ہمارے جو خدشات ہیں پر لیں کے بھائیوں سے ہماری گزارشات ہیں اسلام آباد کے اخباروں میں اس کو highlight کیا جائے تاکہ بروقت ہمارے وزیر اعظم صاحب کے آنکھیں بھی کھل جائیں اور جو ہمارے کرتا دھرتے ہیں اس ملک کے انکی بھی آنکھیں کھل جائیں حالانکہ ان کو پہلے سے بھی معلوم ہے۔ اور جو ہمارے آنے والے مہمان ہیں ان کے دماغ میں بھی یہ بات پہنچائی جائے۔ ان سے ہمدردی لی جائے۔ بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی نصر اللہ زیرے صاحب مختصر کریں کا رودائی بہت رہتی ہے۔ قرارداد میں بھی ابھی تک رہ رہی ہیں۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر صاحب! بھی ہمارے دوست جس موضوع پر بول رہے ہیں توجہ دلاوؤں ہمارے پاس پڑا ہے۔ یہ ہاؤس یا اسمبلی ہماری ایک مقدس ایوان ہے اس لئے کہ عالم نے اپنی دلوں سے ان اراکین کو یہاں منتخب کر کے بھیجا ہے۔ آج ہم یہ پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ یہاں جو ایک آنکل ریفارمزری بنائی جا رہی ہے اس ہاؤس کو بتایا جائے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح کہا گیا میرے دوستوں نے کہ آج تک وفاقی حکومت نے گوادر سے متعلق اس ایوان کو نہ تو اس حکومت کو اس صوبائی حکومت کو اور نہ ہی اس ایوان کو بھی اعتماد میں لیا ہے۔ آغا صاحب نے بڑی طویل بات کی گوادر پھرسی پیک کا پھر مغربی روٹ کا پھر اُس کے از جی کا پھر اُس کے مغربی روٹ کا اُس کے corridors کا۔ اُس کے ریلوے لائن کا۔ یہ جناب اسپیکر صاحب! یہ کوئی اُس وقت چھیالیں ارب ڈالر کا کوئی پروجیکٹ تھا آج یہ بڑھ کر کے کوئی ستر ارب ڈالر تک پہنچ گیا ہے۔ لیکن اس تمام اتنی بڑی رقم میں اتنی بڑے پروجیکٹ پر اس عوام کے لئے یہاں صوبے کے عوام کے لئے اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا کہ مغربی روٹ کا جس طرح اس ہاؤس نے مطالبہ کیا آل پارٹیز کا نفرنس سے مطالبہ کیا اور حکومت نے مانا کہ پہلی ترجیح پر ہم اس مغربی روٹ کو لیں گے۔ لیکن وہ بات صدا بھمارہی۔ کوئی اُس میں اُس نے اس ہاؤس کی صدائیں سنی۔ نہ کسی نے آں پارٹیز کا نفرنس کی آواز سنی۔ جناب اسپیکر صاحب ہم اس بات پر رورہے ہیں کہ ہمیں اعتماد میں لیا جائے لیکن آج آپ کو یہ میں بتا دوں کہ یہ میرے ساتھ لست ہے اور اس میں

19-2018 یہ صرف میں روڈز سیکٹر کی بات کر رہا ہوں جو منظور شدہ اسکیمات ہیں جو بچپنی دور میں منظور ہوئیں اور آج صرف روڈسیکٹر میں آپ کی صوبے کے کوئی سترہ کے قریب بڑے بڑے پروجیکٹس باقی میں ارب روپے مالیت کے پروجیکٹس پر cut لگائے گئے ہیں۔ بڑے اہم جناب کیس اس میں شامل ہیں۔ یہ تمام ہاؤس کے جتنے بھی ہمارے اراکین صاحبان ہیں سب ان کے علاقے سے بڑے بڑے روڈز جو گزرنے والے ہیں۔
--(مداخلت)۔

وزیری مکملہ زراعت و کوآپریٹوں: نہیں نہیں فیڈرل پی ایس ڈی پی جب بتتی ہے reflected
schemes پر cut نہیں لگتے ہیں۔

نصراللہ خان زیرے:- میں فیڈرل پی ایس ڈی پی ابھی جو revise ہوا ہے یہ لست ہے میرے پاس ہے میں منسٹر صاحب کو مہیا کر سکتا ہوں یہ جا کر کے وہاں پوچھ لیں۔ یہ جو منی بجٹ آیا تھا۔ جناب اسپیکر صاحب! ہم یہاں رورہے ہیں بڑی لمبی تقریر ہمارے دوست محل صاحب نے میں خود گوار گیا ہوں وہاں میں نے تین روڈ گزارے ہیں وہاں کے عوام کی جب میں نے حالت دیکھی۔ تو کیا ہم اس کے لئے رورہے ہیں۔ یہ وفاقی حکومت اس حد تک وہ نیچے آگئی ہے کہ وہ ہمیں ہمارے روڈز سیکٹر کے منظور شدہ اسکیمات کو انہوں نے کاٹے ہیں۔ ہمارے محترمہ نے بات کی کہ ہمارے صحافی دوستوں نے واک آؤٹ کیا ہے، ہمارے دوست یہ تیسری مرتبہ ہے واک آؤٹ کر رہے ہیں۔ ہم نے یہاں resolution-pass کیا ہے، ان کے حق میں۔ مسئلہ کیا ہے یہ کیوں بایکاٹ کر رہے ہیں؟۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب سے موجودہ وفاقی حکومت آئی ہے۔ اس کے معاشر پالیسیاں اتنی عوام دشمن ہیں کہ تمام اخبارات والوں نے، تمام ایکٹرنک میڈیا والوں نے، ان پر اتنی قد غنیم لگائی گئی ہیں کہ انہوں نے اپنے سینکڑوں ہزاروں لوگوں کو فارغ کیا ہے۔ ابھی آپ کو پتہ ہے کہ حکومت کہہ رہی ہے کہ ہم ایک کروڑ لوگوں کو روزگار دیں گے۔ ان صحافی حضرات سے پوچھا جائے، کتنے سینکڑوں، ہزاروں لوگ بیرون گار ہو گئے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ 50 لاکھ گھر ہم تعمیر کریں گے۔ 50 لاکھ لوگوں کو بے گھر کیا گیا ہے۔ کراچی میں آپ جا کر دیکھیں۔ باقی ہمارے صوبے میں آپ جا کر دیکھیں۔ اصل میں جناب اسپیکر! اس حکومت نے جو معاشری۔ ابھی انہوں نے کہا کہ ہم نے گیس مجبوری کی بنیاد پر مہنگی کی ہے۔ گیس مہنگی ہو گئی، بجلی مہنگی ہو گئی، اشیاء خور دنوں مہنگا ہو گیا۔ تو یہ کہاں سے آیا۔ اب سارا ملبہ بچپنی حکومت پر ڈالا جائے؟۔ نہیں، آپ نے کیا کیا ہے۔ آپ کی معاشری پالیسیاں کیا ہیں۔ آپ کا اس صوبے کے ساتھ اس

عوام کے ساتھ کیا ہمدردیاں ہیں؟ کیا آپ نے کتنے cut گئے ہیں؟ میں نے صرف روڈ سکٹر کا آپ کو بتایا جناب اسپیکر۔

زنبرے صاحب! ابھی کارروائی میرے خیال سے آگے چلاتے ہیں۔

نصر اللہ خان زیرے:- یقیناً کارروائی آپ آگے چلائیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ توجہ دلاؤ نوٹس بروقت ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب ہمیں جواب دے دیں۔ تاکہ یہ House مطمئن ہو سکے۔ thank you جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ۔ جی اچکزئی صاحب! تھوڑا مختصر کریں کارروائی بہت رہتی ہے ابھی تک۔ ویسے توجہ دلاؤ نوٹس پر صرف محکم بات کر سکتا ہے۔

اصغر خان اچکزئی:- جناب اسپیکر! اگر آپ کی اجازت ہو اگر ہمارے حکومتی ارکین ایک دو بھائی جاکے جو واک آؤٹ پر گئے۔ انکومناکے ہاؤس میں لائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی زابر دیکی صاحب کو خوش کر کے لائیں۔ میں بات کرتا ہوں۔ آپ پہلے انکومنا لیں اُس وقت تک میں بات کروں گا۔

اصغر خان اچکزئی:- آپ انکومناکے لے آئیں۔ اجازت ہے جناب اسپیکر!

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی۔ حکومتی صاحب اور اچکزئی صاحب آپ دونوں جا کر ان سے بات کریں یہ جا کر کے بات کر لیں۔ اجازت ہے جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی. جی۔

اصغر خان اچکزئی:- ہم اللہ الرَّحْمَن الرَّحِيم۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔ یقیناً آج یہ توجہ دلاؤ نوٹس انتہائی

اہمیت کے حامل ابجد میں سے ہے۔ اور سب سے پہلے تو آج مجھے ایک بات کی انتہائی خوشی ہوئی کہ یقیناً بلوچستان ویسے قانونی لحاظ سے تو یہ اس ملک کے تمام شہروں، تمام علاقوں کے برابر حقوق رکھتا ہے، قانون اور آئین کے حوالے سے۔ لیکن جس طرح سے اسکو treat کیا گیا ہے۔ میں اگر یہ کہوں تو شاید یہ بات غلط نہیں ہوگی تو FCR سے بدتر ہمارے ساتھ سلوک ہو رہا ہے۔ جس FCR کا رونا ہم روتے رہے پچھلے 40 سالوں سے کہ ایک ظلم کا ایک سیاہ قانون کا نظام ہمارے فٹا کے لوگوں پر مسلط تھا۔ بظاہر تو قوانین میں ہمارے حقوق برابر ہیں۔ لیکن پوچھنے کے لحاظ سے اگر گراوڈ پر دیکھا جائے تو ہم شاید FCR سے بدتر قوانین

میں زندگی بس رکرہے ہیں۔ لیکن خوشی اس بات کی ہوئی کہ بلوچستان کی زمینوں کی بندربانٹ میں جو قیمتی زمینیں ہیں ہمارے جو وسائل سے مالا مال زمین ہے۔ اس بندربانٹ میں نہ صرف ہمارے ریونیونسٹر نے اپنی اُس وقت کی حکومت کی صفائی پیش کی بلکہ ہمارے بھائی حمل کلمتی نے اس بات کی گواہی بھی دی کہ نواب محمد اسلم ریسمانی صاحب کے دوڑ حکومت میں ایک واحد ایک انج زمین بھی کسی کوالاٹ نہیں ہوئی تھی۔ تو یقیناً اس بات پر مجھے انہائی خوشی محسوس ہوئی کہ اُس وقت کے وزیر یونیون جنگلز زمرک خان نے اس بندربانٹ میں خداخواستہ اپنا کوئی حصہ نہیں ڈالا ہے۔ جس کی وجہ سے خداخواستہ آج یہاں پر اس ہاؤس میں ہمیں شرمندگی اٹھانی پڑتی۔ یقیناً جناب اسپیکر! ایک انہائی عجیب و غریب صورتحال سے ہم ادھر گزر رہے ہیں بلوچستان کے حوالے سے۔ ایم این اے گوادر کا ایم پی اے گوادر کا بھی رورہا ہے۔ اور پورا حکومت بلوچستان رورہا ہے۔ اور پوری ایوان رورہی ہے۔ میں ایک بات کہوں۔ میں پھر 13-2008ء کے اُس حکومت کو کریڈٹ دیتا ہوں کہ جنہوں نے انہائی مشکل حالات میں اُس وقت این ایف سی ایوارڈ کو ممکن بنایا۔ اور اُس وقت اٹھارویں آئینی ترمیم کے ذریعے سے ایک حد تک صوبوں کو خود مختار بنایا۔ لیکن مجھے انہائی افسوس ہوتا ہے ابھی یہاں پر ہمارے اپوزیشن میں سے کچھ دوست اس بات پر ناراض ہوتے ہیں کہ جب ہم اکثر پچھلی حکومت کی بات کرتے ہیں۔ یقیناً جو ظلم 18-2013ء کی حکومت میں ہمارے ساتھ ہوئی، بالخصوص بلوچستان کے ساتھ ہوا۔ شاید اسکارونا رورہے ہیں ہم اگلے 20 سال بھی روئیں، جس طریقے سے اُس وقت کے پرائم منستر نے ہمارے اس حکومت کو اپنے پیچھے لگا کے ہمیں ہر قدم پر دھوکے سے دوچار کرتے رہے۔ شاید یہ دھوکے نہ ہم نے ماضی میں کھائے ہوں۔ بہت سے دکھ ہم نے اٹھائے۔ بہت سے ظلم ہمارے ساتھ ہوئے۔ لیکن کاغذوں میں جس طرح ظلم ہمارے ساتھ ہوا۔ اور اُس وقت کے پرائم منستر نے ٹزوہ میں آکے پوری قوم کو پیچھے لگا کے کہا کہ ہم آپکو موڑوے کے یہ پروجیکٹ دے رہے ہیں۔ لیکن ہمیں ملا کچھ بھی نہیں۔ یقیناً میں آج بھی، اگرچہ ہماری حکومت کو ہوئے چند ماہ ہوئے ہیں۔ ہماری اس بات پر بات ہوئی ہے کہ ایک انج زمین بھی حکومت بلوچستان کی اجازت کے بغیر کسی کو الٹ نہیں ہوئی چاہیے۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ یہاں پر اس وقت کے موجودہ ریونیونسٹر سیم کھوسے صاحب خود تشریف فرمائیں۔ مجھے پورا باور بھروسہ ہے کہ وہ خداخواستہ بلوچستان کے عوام کے برخلاف اور گوادر کے لوگوں کے برخلاف ایسی کوئی الٹمنٹ نہیں کریں گے کہ کل خداخواستہ اس ہاؤس میں اسکے متعلق سے کوئی بولے۔ اگر بولیں پھر ہمارے بھائی حمل کلمتی کی طرح بولیں کہ زمرک خان کے دور میں یا نواب محمد اسلم ریسمانی کے دور میں ایک بھی انج زمین الٹ نہیں ہوئی ہے۔ یہ یقیناً اگر اس خطے میں اس وقت پاکستان کی اہمیت

ہے۔ اور پھر بلوچستان کی اہمیت ہے، وہ گوادر کی وجہ سے ہے۔ تو گوادر پر اس صوبے کے تحفظات کو ہر لحاظ سے دور کرنی چاہیے۔ اور آج اس فلور پر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ یقیناً ہمارے ساتھ اپوزیشن میں سے ہمارے بی این پی کے دوست یا ہم حکومت میں allies ہوتے ہوئے BAP کے ساتھ۔ اس وقت ہمارے جو فیڈرل حکومت ہے۔ وہ ہمارے ان دس سے بارہ لوگوں کی مل بوتے پر قائم ہے۔ آج بھی اگر بلوچستان عوامی پارٹی کے ایم این ایز اور اگر آج بھی بلوچستان نیشنل پارٹی (مینگل) کے ایم این ایز اس حکومت سے اپنے آپ کو کھینچیں۔ تھوڑا سا نیڈ پر رکھیں تو میرے خیال میں یہ حکومت گھٹنے پر ٹک جائیگ۔ تو یقیناً ہمیں بجائے اس کے، یقیناً ہم بات کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ کچھ اس ملک میں عملی اقدامات اگر اٹھائے گئے تو وہ 2008ء سے 2013ء کے درمیان کی حکومت نے اٹھائے۔ آج بھی اگر ہمیں تھوڑا بہت بجٹ ملا یہی صوبہ تھا یا اپنے ملازم میں کی تھخوا ہوں کی ادائیگی کیلئے مہینے ہمارے چیف منسٹر گزار دیتے تھے اسلام آباد میں۔ لیکن آج یہاں جب ہم اربوں روپے کے پروجیکٹس پر بات کر رہے ہیں تو اس کا کریڈٹ اُس وقت کے حکومت کو جاتا ہے جس نے این ایف سی ایوارڈ اور اٹھارویں ترمیم کو ممکن بنایا۔ تو یقیناً ہمیں باقی کم اور ہمیں پریلیٹکلی کچھ اس طرح کے اقدامات اٹھانے چاہیے کہ کل کی تاریخ میں کوئی اسکو یاد کرے تو آج کے دن میرے خیال میں اس اسمبلی نے جو سب سے زیادہ بلوچستان کا حق اس صوبے کے ایم این ایز کے حوالے سے بنتا ہے یا پارٹیوں کے حوالے سے بنتا ہے آج ہمارے بلوچستان نیشنل پارٹی کے دوستوں کو اور ہمارے بلوچستان عوامی پارٹی کے دوستوں کو فیڈرل یوں پر ایک ایسا کردار ادا کرنا چاہیے کہ فیڈرل حکومت کے سامنے ایک لکیر کھیچ لیں کہ کل یا پرسوں جو ہمارے سعودی پرانے آرہے ہیں اور اُس کے ساتھ خاص کر گوادر کے حوالے سے جو بھی agreements ہونے جا رہے ہیں۔ تو ان agreements میں حکومت بلوچستان کو ہر لحاظ سے onboard رکھنا چاہیے۔ بلوچستان کے عوام کو onboard رکھنا چاہیے۔ اور اگر ہم قراردادیں پاس کرتے جائیں گے۔ جو ہمارے جس طرح ہمارے 18-2013ء کے حکومت میں ہمارے ساتھ ہوا۔ تباہی اور بر بادی کے دہانے پر پہنچا دیا گیا ہمیں۔ اور ہم ساتھ بھی دیتے رہے۔ بولتے بھی رہتے تھے اور اُس کو مضبوط بھی کرتے رہتے تھے۔ اُس وقت کی جو کچن کابینہ تھی۔ احسن اقبال یہاں پر آئے تھے۔ اُس وقت کے ہمارے حکومت کے چیف منسٹر اور پارلیمانی لیڈر رز کو ساتھ بٹھا کے پورے بلوچستان کے سامنے غلط بیانی سے کام لیا۔ کہ ہم نے بلوچستان کے لوگوں کو مطمئن کیا۔ ہم نے اسوقت بھی اتحاج کیا کہ یہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارے اپنے ہی لوگ تھے کسی بھی شکل میں ہمارے سامنے کھڑے ہو کے کہ جی سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے، کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مغربی روٹ بھی بننے گا اور

گوادر پر حکومت بلوچستان کی حاکمیت بھی ہو گی۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ تو آج کے دن میری ایک خواہش ہے، تجویز ہے کہ بلوچستان نیشنل پارٹی اور بلوچستان عوامی پارٹی مل کے مرکزی حکومت کے سامنے ایک لیکر کھنچ لیں کہ بلوچستان کے مفادات پر ہم کسی کوسدا بازی کرنے نہیں دینگے۔ اور اگر ہمیں onboard نہیں لیا جائیگا تو خدا حافظ۔ بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ جی سلیم کھوسہ صاحب۔

میر سلیم احمد کھوسہ (وزیر حکومتہ مال) :- شکریہ جناب اسپیکر! بات چیت ہو چکی ہے۔ میں تھوڑا سا اپنے دوستوں کے سامنے بتیں رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ بالکل سعودی منستر آئے تھے کہ آئل ریفائنری کے حوالے سے اپنا گوادر میں۔ لیکن انہوں نے خواہش ظاہر کی ہے اور امید ہے انشاء اللہ و تعالیٰ agreement بھی ہونے جا رہا ہے۔ لیکن ابھی تک ایسی کوئی بات نہیں، اس پر باقاعدہ کوئی میٹھک نہیں ہوتی ہے کہ کوئی agreement کی جائے یا انہوں نے کوئی زمین کی ڈیماںڈ کی ہو کہ ہمیں 35 ہزار یا 36 ہزار ایکٹر کی ضرورت ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صرف ایسی ہی باتیں ہیں، نہ ہی گورنمنٹ آف بلوچستان کوئی اس طرح کی زمین دینے جا رہی ہے۔ ظاہری بات ہے جب agreement ہو گی تب دیکھا جائیگا کہ کتنا زمین انکو دیا جائیگا۔ اور اسکے جو بھی terms and conditions ہوں گے گوادر کے عوام کے سامنے رکھتے ہوئے، وہاں کے ترقی کو سامنے رکھتے ہوئے تب ہی کیا جائیگا۔ میں اپنے دوستوں سے یہ ضرور گزارش کرنا چاہوں گا۔ اس طرف ٹریڈری پیچوں میں بھی جتنے دوست ہیں وہ بھی ذمہ دار لوگ ہیں۔ اور اپوزیشن بھی بخوبی اپنی ذمہ داری نبھار رہی ہے۔ تو یہ امید رکھیں یہاں سے کہ کوئی بھی غلط کام نہیں ہو گا۔ ایسا نہیں ہو گا کہ صوبے کے مفاد کو نیچے رکھا جائے یا وہاں کے عوام کے جو مفادات ہیں انکو نیچے رکھ کر کوئی اس طرح کی agreement کی جائے کہ جس سے کسی کو بھی فائدہ نہیں ہو۔ باہر کے لوگوں کو صرف فائدہ ہو۔ لیکن سب سے اوپر ہم اپنے ہی لوگوں کے مفادات کو رکھیں گے۔ اُن کے ترقی کو رکھیں گے۔ اُس کے بعد agreement کیا جائیگا۔ اس وقت تک ابھی اس پر کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے۔ جب اس پر کام ہو گا، ظاہری بات ہے جو بھی ثناء بلوچ نے جو پوائنٹ رکھے ہیں اُن پر باقاعدہ ہم اُنکے ساتھ agreement کیا جائیگا اور انکو ہم ضرور اور پر رکھیں گے۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ ایک آدھا اور بھی میں اپنے دوستوں سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ جس طرح حمل کلمتی نے کہا 36 ہزار ایکٹر کی بات کی، پسندی کی، جو cancel کیا گیا۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ میرے خیال سے

settlement کیا گیا اس وقت زمرک خان ریونیومنٹر تھے۔ اُس کے بعد دوبارہ یہ 2010-2011 cnacel ہوا اُکٹر مالک کے دور میں۔ اور یہ کچھ عرصہ پہلے جب یہ CML اپنے صاحب کے پاس تھا تو انکو پتہ چلا کہ بے انتہاء بے قاعدگیاں ہوئی ہیں۔ اور اس میں جو ہے وہ revenue department کے لوگ بھی شامل تھے۔

انجینئر زمرک خان اچنزا (وزیر حکومتہ زراعت و کاؤپریزو)۔ ایک بات clear کر دیں کہ بے قاعدگیاں کس کے دور میں ہوئی ہیں؟۔

میر سعیم احمد کھوسہ (وزیر حکومتہ مال)۔ نہیں، وہ تو میں نے بتایا کہ آپ کا جو settlement ہوا، آپ کا settlement cancel کیا گیا، پھر دوبارہ settlement کیا گیا۔ ہم نے جب دیکھا اُکٹر مالک کے دور میں دوبارہ settlement کیا گیا، جب دیکھا گیا کہ اس میں اور معاملات خراب ہیں تب وزیر اعلیٰ نے order دیا۔ حمل کلتی صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں، میں ایوان کو یہ بتانا چاہ رہا تھا یہ جو 36 ہزار ایکڑ پسندی کی آپ نے بات کی ہے۔ یہ settlement زمرک خان کے دور میں ہوا۔ اُس کے بعد دوبارہ یہ cnacel کیا گیا، اُکٹر مالک کے دور میں۔ تو اُس میں کچھ بے قاعدگیاں اس گورنمنٹ نے دیکھی اس وجہ سے دوبارہ کچھ ہم نے cancel کیے ہیں 36 ہزار ایکڑ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے عام آدمی کا کوئی بھی cancel نہیں کیا۔ یہ جو بے قاعدگیاں ہوئی ہیں جس میں revenue department کے لوگ بھی شامل تھے، اُن کے اوپر بھی انکو اُری ہو رہی ہے۔ یہ سب ہم ایوان کے سامنے اور بلوچستان کے عوام کے سامنے لایا جائے گا۔ باقی دوسری بات ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ گوارڈر ترقی کی طرف چارہ ہے۔ گودار میں جو بھی ترقی ہو گی پہلے وہاں کے عوام کا پھر اُس کے بعد بلوچستان، اُس کے بعد پاکستان کے لوگوں کو اُس کے فائدے ملیں گے۔ یہ اس طرح نہیں ہے کہ خدا نخواستہ ہم لوگ کوئی غلط کام کرنے جارہے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ ایک اور بھی میں گزارش کروں حمل کلتی صاحب نے کہا کہ کچھ عرصہ پہلے اسلام آباد میں ایک میٹنگ ہوئی خسرہ بختیار کی سربراہی میں اپنا یہ ماسٹر پلان کے حوالے سے۔ اُس میں بلوچستان کی باقاعدہ نمائندگی شامل تھی۔ ظہور بلیدی شامل تھے۔ اس وقت ظہور بلیدی یہاں پر موجود نہیں ہیں اس حوالے سے وہ ضرور بتائیں گے، ایسی بات نہیں ہے۔ وہ منسٹر ہے، بلوچستان کے، وہ یہاں کی نمائندگی کر رہے ہیں، پورے صوبے کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ وہ صرف اپنے حلقو کی یا اپنی نمائندگی نہیں کر رہے ہیں۔ وہ بلوچستان کی نمائندگی کی صورت میں وہاں بیٹھے

ہوئے تھے۔ انہوں نے جو بھی وہاں بات کی ہوگی، جو بھی وہاں پر رکھا ہوگا اس صوبے کے حوالے سے رکھا ہوگا۔ تو یہ میری گزارشات تھیں جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکر یہ سلیم کھوسے صاحب۔ جی حمل کلمتی صاحب! تھوڑا مختصر کر دیں، کارروائی ابھی تک رہتی ہے۔

میر حمل کلمتی:- شکر یہ جناب اسپیکر۔ جس طرح میرے معزز دوست سلیم صاحب نے فرمایا کہ 36 ہزار ایکڑ، زمرک خان کے پر ایک time settlement کی گئیں۔ ڈاکٹر مالک آئے، پھر انہوں نے ایک settlement کی زمرک سے پہلے بھی ایک hearing ہوئی، اُسی تحصیل میں کی۔ 36 ہزار ایکڑ جو انہوں نے ایک procedure ہوتا ہے Revenue Act خود اُسکے ایک procedures ہیں۔ آپ میری زمین جب آپ کو پتہ ہے کہ یہ زمین میری نہیں ہے، settlement پر میرے نام پر کیے ہیں، آپ legally اپلے مجھے نوٹس کرو گے، میری hearing ہوگی۔ مجھ سے پوچھا جائے گا کہ آیا یہ زمین میرے پاس کہاں سے آئی؟۔ میں کہاں سے یہ زمین لایا ہوں؟۔ زمین تو دیکھیں آپ زمین پر آپ بلوچستان میں رہتے ہیں یہاں سب بارانی زمینیں ہیں، بندات باندھ کے، بارش ہوتی ہے، لوگ اٹھاتے ہیں، کچھ اگا تمیں ہیں، وہ زمین خود بولتی ہے کہ میں کتنا area ہوں کس کا ہے۔ جہاں تک یہاں پر ہمارے اصول ہیں، rules ہیں، جن بندات میں جہاں تک بھی پانی آ رہا ہے وہ اُس زمیندار کا بندات ہوتے ہیں۔ ان میں سے سلیم بھائی آپ کے نوٹس میں میں لانا چاہتا ہوں کہ registry کے case کے court سے جیتے ہوئے cases وہ cancel ہوئی ہیں۔ court سے جیتے ہوئے cases کی فیس جمع کر رہے ہیں، ان لوگوں کی زمینیں cancel ہوئے ہیں بندات ہیں اگر ہے ہیں بارش ہوتی ہے، وہ cancel ہوئے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ درخت لگائے ہوئے ہیں بندات ہیں اگر ہے ہیں بارش ہوتی ہے، وہ cancel ہوئے ہیں۔ جنہوں نے settlement کیا ہے وہ آسمان سے آئے ہیں۔ ضرور اونچ قیچ ہوئی ہوگی۔ لیکن ایک procedure ہوتا ہے۔ آپ اُس زمیندار کو بلائیں وہ اپنی بندات آپ کو دکھائے۔ آیا کوئی میں بیٹھ کے ڈائریکٹر land record کوئی میں بیٹھ کے گوار کے فیصلے کر رہا ہے۔ جس طرح خسر و بختیار صاحب۔ آپ کہہ رہے ہیں میرے لیے ظہور قابل احترام ہے، دوست ہے، cabinet member ہے۔ میرے colleague سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہم division میں میری خواہش یہ

ہے کہ دیکھیں پوری دنیا کی نظر میں گوادر پر ہیں۔ گوادر کے اپنے کچھ issues ہیں۔ گوادر کے لوگوں کے issues ہیں۔ اب آپ کو تو نہیں پتہ کہ گوادر کے لوگ کس طرح کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کس طرح سے رہ رہے ہیں۔ وہ مکران سے تعلق رکھتے ہیں۔ لا لارشید صاحب بیٹھے ہوئے۔ اسد بلوچ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یامیں ہوں یا ظہور ہے دوسرا تیرے جتنے بھی ہمارے colleagues ہیں، دوست ہیں، ان کو گوادر کے بارے میں بہتر پتہ ہوگا کہ کیونکہ ان کا آج سے نہیں شروع سے انکا آنا جانا وہاں کے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، وہاں سے تعلق داری ہے۔ جبکہ فصلے کہیں اور سے ہوتے ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گوادر کے حوالے سے جتنے بھی issues ہو خاص طور پر اتنا بڑا ماسٹر پلان بن رہا ہے۔ پہلے بھی بنا، وہ ہم سے نہیں پوچھا گیا destroy کر دیا، نیا لے آئے۔ میں MPA ہوں گوادر کا۔ مجھے نہیں پتہ کہ کیا بننے جا رہے ہیں۔ کل لوگ آئیں گے کہ ہم یہ بننے نہیں دینگے۔ میں تو لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ پھر آپ کے لیے ہوگی۔ جس طرح ابھی express-way problem کا مسئلہ چل رہا ہے۔ لوگ آکے بیٹھ گئے ہیں روڈوں پر، گورنمنٹ نے ایک مہینے کا time start کرائیں گے۔ لیکن ایک مہینہ پورا ہوا ہے ابھی تک تو tendering process پر نہیں گئے۔ تو ظاہری بات ہے لوگ دوبارہ آئیں گے اُس سے میرے شہر کا ماحول خراب ہو رہا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ سڑکوں پر آئیں بیٹھیں اپناروزگار چھوڑیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ایک ترقی ہو رہی ہے اُس میں بھی ساتھ لے کر چلا جائے۔ سب سے پہلے جس طرح سلیم بھائی نے فرمایا کہ سب سے پہلے گوادر کے لوگوں کا حق ہے۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی گوادر کے لوگوں کے Government of Balochistan ہی rights ہیں۔ تو اس حوالے سے حقوق کو جانے بغیر جو تحفظ نہیں کر رہی ہے تو فیڈرل گورنمنٹ کو میں کیوں قصور وار کہوں گا؟۔ تو اس حوالے سے حقوق کو جانے بغیر جو گوادر کے فصلے ہیں بڑے بڑے agreements ہیں۔ وہ اس اسمبلی میں آئے۔ یہ سب بلوچستان کے Stakeholders ہیں۔ میں صرف اکیلانہیں ہوں۔ کہ میں کہوں کہ گوادر سے لوگوں نے مجھے منتخب کیا ہے، گوادر میرا شہر ہے، یا گوادر سے میرا تعلق ہے۔ ضرور میرا تعلق ہے، میرا گھر ہے، میری ذمہ داری بنتی ہے۔ میں پیلک سے ووٹ لے کر آیا ہوں۔ لیکن آپ سب کی بھی ذمہ داری بنتی ہیں۔ کیونکہ گوادر بننے کا تو بلوچستان خوشحال ہوگا، پاکستان خوشحال ہوگا۔ تو میری خواہش ہے ہم ترقی کے خلاف نہیں ہیں۔ ہم ترقی چاہتے ہیں لیکن خدارا! اُس ترقی میں ہمیں شامل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسمبلیکر: جی شکریہ لکھتی صاحب۔

شاء اللہ بلوچ:- اسپیکر صاحب! میں اس میں تھواڑا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شاء بلوچ صاحب میرے خیال میں آگے بہت کارروائی رہتی ہے۔

شاء اللہ بلوچ:- میں خود چاہ رہا تھا کہ یہ wind-up ہو۔ کیونکہ جو موضوع تھا کافی اور بھی چیزیں اس میں آکے ہو گئی ہیں۔ میں نے قرارداد جو ہے سیکریٹری صاحب کے پاس جمع کروادی ہے۔ سارے دوستوں کی باتوں سے یہی لگتا ہے کہ ایک قسم کی یگانگت پائی جاتی ہے۔ اور سب چاہتے ہیں کہ جو گواہ میں، پسندی میں oil refinery ہے آنے والا 10 billion dollars کا، اُس میں مفصل بات ہونی چاہیے۔ تو آپ تکلیف کریں اگر اسکو کل بھیثت قرارداد کے طور پر take-up کر لیں۔ کیونکہ CM صاحب خود اس کے منظر بھی ہیں اور incharge بھی ہیں اور شاید کچھ معلومات کل تک واضح ہو جائے گی۔ تاکہ پرسوں تک ہمارا جو صوبائی حکومت کا موقف ہے وہ سامنے آجائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- اصل میں شاء صاحب! ہفتہ کے دن سرکاری کارروائی ہے۔

شاء اللہ بلوچ:- کل آپ اجلاس رکھدیں اور Saturday کو آپ نہیں رکھیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- Saturday کو تو سرکاری کارروائی ہے، وہ تو رکھنی ہوگی۔ اس معاملے پر بہت بات ہو گئی ہے۔ تو benches government نے بھی اپنا موقف پیش کر دیا ہے۔

شاء اللہ بلوچ:- دیکھیں! ایک تو یہ ہے کہ ہم نے اس کو اتنا رنگ برلنگی کر دیا کہ ہم نے ساری چیزیں آکے آئمیں mix کر دی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب تک اس میں ایک موقف ایک قرارداد نہیں آیا۔

وزیرِ حکمہ زراعت و آپریشن:- ہمارے مسائل جتنے بھی ہمارے جو تحفظات ہیں وہ تو آگئے۔ ابھی اُسی پر آپ اگربات کرنا چاہتے ہیں تو آپ فیڈرل کو کہہ دیں۔ فیڈرل میں آپ کے MNAs بیٹھے ہوئے ہیں۔ لی این پی کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو ہم یہ تجاویز دیتے ہیں۔ وہ جب prince کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو ان کے ساتھ تو گورنمنٹ کا کام ہے۔ ہماری تو پوری اسمبلی کی ایک آواز پہنچ گئی ان تک۔ قرارداد آپ پرسوں لے آئیں، پرسوں اگر آسکتا ہے تو پرسوں لے آئیں۔

میر سعید احمد کھوسہ (وزیرِ حکمہ مال):- قرارداد پاس کریں یا نہیں کریں، بلوچستان کی مفادات کو سب سے اوپر رکھا جائے گا۔ اس بات پر بالکل کوئی دورائے نہیں ہیں۔

شاء اللہ بلوچ:- مجھے کسی کی نیت پر شک نہیں ہے۔ اور اُس قرارداد کے یہاں لانے کا مقصد یہیں تھا کہ یہ اپوزیشن اور گورنمنٹ، ہم جتنے قرارداد یہاں لائے ہیں، اُس کا مقصد بلوچستان کے مجموعی مفادات اور اُس کی جو voice ہے، اُس کی بات ہے۔ اُس کو بڑی سنجیدگی سے جو بھی حلے ہیں ان تک پہنچانا ہے۔ یہ ایک ہم نے بتیں کی ہیں۔ یہ خبریں اخبار کی زینت بن سکتی ہیں۔ ایک قومی اور صوبائی مواقف نہیں ہے۔ آپ میرے خیال میں اگر اسی کو میں قرارداد میں turn کر لیتا ہوں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وفاقی حکومت اگر آپ سمجھتے ہیں تو میں اسکو پڑھ بھی لوں گا۔ کبھی وفاقی حکومت۔ یہ حکومت صوبائی حکومت بلوچستان آسمبلی کا مشترک طور پر مواقف ہے کہ گواہ اور پسندی میں جو متعلق جتنے بھی MOUs ہیں۔ یا جتنے بھی اس سلسلے میں meetings ہوئی ہیں، پیشرفت ہوئی ہے۔ یہ اس تمام معاملات میں حکومت بلوچستان کے ساتھ اور اس اسembly کے ساتھ share کر لیا جائے۔ اور اس کے بعد جتنے بھی اس سلسلے میں پیشرفت ہوگی، اُس میں صوبائی اسembly پر مشتمل جو اکیں ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں دیکھیں! یہ آپ نے کہا کہ cabinet یا اس صوبائی اسembly یا ایک قومی مقاصد کی project ہے۔ ایک حکومت کی نہیں ہے۔ اگلے حکومت کسی اور کی ہوگی۔ تو لہذا اس میں صوبائی حکومت کو اور صوبائی اسembly کو اعتماد میں لیا جائے۔ اگر آپ کو یہ قرارداد منظور ہے، منظور ہے؟۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- نہیں، اس طرح تو، یہ پھر آخری میں کردیتے ہیں، باقاعدہ آپ لوگوں نے written میں دینا ہوگا sign کر کے۔

میرا سداللہ بلوچ (وزیر ملکہ سماجی بہبود):- نہیں، اس طرح ہر چیز منظور نہیں ہے۔ توجہ دلا دنوں پر جو بلوچستان کے حوالے سے جتنے بھی یہاں debate ہوتے ہیں، بحث ہوتی ہے، ہم سنتے ہیں اور سیکھتے ہیں۔ عملی طور پر صرف یہاں آکے کچھ قرارداد اور تحریک التواء کا نمبر لگا کے پھر یہاں سے نکلنا ہی ہمارا مقاصد نہیں ہیں۔ کتنے قرارداد یہاں پاس ہوئے، کتنے تحریک التواء یہاں پاس ہوئی ہیں۔ تو ان کی result نہیں آئی۔ شاء بلوچ نے یہاں جو ذکر کیا ہے بہت سے ساتھیوں نے جو باتیں کیئے ہیں۔ اگر ہم اس بلوچستان کے امین ہیں، بلوچستان کے عوام نے مینڈیٹ دے کے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔ چاہے وہ نیشنل اسembly کے ممبرز ہوں یا Provincial Assembly کے ممبرز ہوں۔ ذمہ داری یہ یعنی ہے وہاں ہماری اس وقت treasury bench کی جانب سے پانچ MNA وہاں ہیں۔ اپوزیشن کی جانب سے، بی این پی والوں کے پانچ ممبرزوہاں کے ہیں۔ اگر یہ قرارداد جہاں وزیر اعظم پاکستان بیٹھا ہوا ہے۔ international level پر

سارے صحافی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ قرارداد اگر وہاں رکھا جائے وہاں پیش ہوتے بلوجتھان کی مفادات ہوگی۔ اگر اس قرارداد کو وہاں انہوں نے treasury bench کیا، اگر بلوجتھان کے یہ دس MNA's جناب اسپیکر صاحب! نیشنل اسمبلی سے واک آؤٹ کریں، پوری میں الاقوامی اخباروں میں لیڈ لگے گی۔ اس طریقے سے چیزوں کو لے کر آگے جائیں۔ دوچار ہم با تین کرتے رہتے ہیں۔ ساتھیوں سے سیکھنے ہیں۔ ایسے ہو جائے تو بہتر ہے۔ بس ہر چیز پر قراردادلاتے ہو، بس ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکر پیر۔

شناع اللہ بلوج:- جناب اپیکر! میں اسی لیے توجہ دلاؤ نوٹس لایا تھا۔ دیکھیں! دوبارہ ریکارڈ کی درستگی کے لیے کہ توجہ دلاؤ نوٹس میں میں نے یہ کہا ہے کہ صوبائی حکومت۔ زمین صوبے کی ہے۔ ماحولیات صوبے کا ہے۔،fisheries صوبہ کا ہے، بیروز گارنو جوان صوبے کے ہیں۔ تو میں نے اسی لیے کہا تھا کہ یہ صوبائی حکومت کیا پیش بندی کر رہی ہے۔ اور جتنی پیشرفت ہوئی ہے اُس سے متعلق اُس کے ساتھ کیا معلومات ہیں۔ اگر وہ دے دیتے تو شاید یہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے، اسی لیے میں نے کہا کہ آپ قرارداد میں کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کیونکہ یہ بات آئی اصغر خان صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شاء بلوج صاحب! آپ لوگ لانا چاہتے ہیں آپ لوگ تیار کر دیں اگر سب کی رائے ہوئی تو مطلب کہ پاس ہو جائے گا۔ یہاں سے کوئی issue نہیں ہے۔ آگے بڑھتے ہیں میرے خیال سے۔

میرزا بدعلی ریکی:- جناب اپنے صاحب! زمرک صاحب اور سلیم کھوسہ صاحب نے مجھے واپس

لایاپ تو kindly please اُٹھ کے مجھے بتادیں کہ CM صاحب واٹک ڈرپر کے لیے کیا کریں گے؟۔

وزیر مکملہ مال:- حاجی صاحب کی بڑی مہربانی۔ نہیں، واشک و ربد نہیں ہوگا انشاء اللہ و تعالیٰ۔ جس طرح دوسرے حلقے ہیں اس صوبے کے، انشاء اللہ واشک کے ساتھ بھی کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ اور بھر پور ترقی ہوگی۔ اور بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ دوسرے حلقوں سے زیادہ انشاء اللہ و تعالیٰ ترقی ہوگی۔ کسی حوالے سے بھی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اور آس کی بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر۔ ملک سکندر خان ایڈ وکیٹ صاحب جو کہ نہیں ہیں تو ان کو نہیا، defer کیا جاتا ہے۔
جی سیکرٹری اسیبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

شش الدین (سیکرٹری اسمبلی) :- میر محمد عارف محمد حسنی نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئی نہ سے باہر ہونے کی

باناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار مسعود علی خان لوئی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئی سے باہر ہونے کی بنااء آج تا اختتام میں اجلاس شرکت کرنے سے قاصر ہے گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب مٹھا خان کا کڑ صاحب نے ناسازی طبیعت کی بنااء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہے گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: ملک سکندر خان ایڈ و کیٹ صاحب نے کوئی سے باہر ہونے کی بنااء آج کے نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: نوابزادہ میر نعمت اللہ زہری صاحب نے ناسازی طبیعت کی بنااء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: حاجی عبدالواحد صدیقی صاحب نے نجی مصروفیات کی بنااء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب نائیٹس جانس صاحب نے نجی مصروفیات کی بنااء آج کے نشست سے رخصت کی درخواست منظور کرنے کی استدعا کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بانو صاحبہ نے نجی مصروفیات کی بنااء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی

درخواست کی ہے

جناب ڈپٹی اسپیکر:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- جناب محمد مبین خان غلجی صاحب نے آج کے نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے

جناب ڈپٹی اسپیکر:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- محترمہ فریدہ بی بی نے آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے

جناب ڈپٹی اسپیکر:- آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔ زیرے صاحب! میرے خیال میں کارروائی شروع کرتے ہے آخر میں پیش کر لیں تاکہ یہ قرارداد میں تھوڑا اکر لیں۔ جی زیرے صاحب۔

نصراللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر! میں تھوڑا point of order پر بات کروں گا۔ منٹر تعليم
تشریف فرمائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی زیرے صاحب۔

نصراللہ خان زیرے:- کیم نومبر کو ہم نے ایک توجہ دلا و نوش جمع کیا تھا۔ ایسا ہے کہ Ed.B اور Ed.M کے پرائیویٹ کالجز کے امتحانات ہونے تھے، وہ امتحانات نہیں ہو سکے۔ پھر نومبر میں ڈائریکٹر کالجز نے ایک تحریری جواب یہاں اسمبلی کے floor پر جمع کیا تھا۔ 2016ء میں جن طالبہ نے داخلہ لیا تھا ان کا امتحان مقررہ وقت پر ہی ہو گا۔ فی الحال یونیورسٹی باقی امتحانات میں مصروف ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! نومبر میں انہوں نے وعدہ کیا تھا یونیورسٹی نے اور واس چانسلر آئے تھے۔ رجسٹر ار صاحب آئے تھے۔ لیکن آج فروری ہے ابھی تک Ed.B اور Ed.M کے امتحانات، پرائیویٹ کالجز کے ہونے تھے آج تک ان کا انعقاد ممکن نہیں ہوا کہ میں منٹر ایجوکیشن صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ جو یونیورسٹی نے وعدہ کیا تھا آپ کے ڈائریکٹر کالجز نے floor پر تحریری جواب جمع کیا ہے کہ ان کا الجزر کے طباء کا امتحان ہو گا۔ کوئی 9 سو طلباء شاید وہاں پر ابھی تک بغیر امتحان کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ واس چانسلر صاحب کو بولیں یا ان کو پچھلی بھیجیں کہ آپ نے ان طلباء کا جن کا آپ نے وعدہ کیا تھا اسمبلی میں آکر کے committee room میں، وہ ابھی تک ممکن نہیں ہوا کہ۔ اگر آپ کواس کو پچھلی لکھیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی ہم یہاں سے اسمبلی سیکرٹریٹ سے letter لکھیں گے۔

نصراللہ خان زیریے:- جناب اسپیکر! شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی انجینئر محمد فضل آغا صاحب کی جانب سے تحریک التواء نمبر 3 موصول ہوئی ہے۔ قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ 75A کے تحت التواء نمبر 3 پڑھ کر سناتا ہوں۔ آغا صاحب میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ مورخہ 8 فروری 2019ء کو پیشیں سے کراچی جانے والی الحمود کوچ کی یارو کے قریب کار کے accident کے نتیجے میں کار میں سوار 7 افراد شدید زخمی ہوئے۔ جن میں سے ایک زخمی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا اور اس طرح 9 فروری 2019ء کو الحمود کوچ لسیلہ zero point پر ایک اور کار کے accident کے نتیجے میں 4 افراد قمہ اجل بن گئے، اخباری تراشہ منسلک ہے۔ لہذا اسمبلی کی آج کی کارروائی روک کر اس افسوسناک واقعہ کو زیر بحث لایا جائے۔ آیا تحریک التواء 3 کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے؟۔ آپ لوگوں کی آوازیں نہیں آ رہی ہیں۔ جی۔ چونکہ تحریک التواء نمبر 3 کو ایوان کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ لہذا تحریک التواء نمبر 3 کو 16 فروری 2019ء بروز ہفتہ بحث کے لیے منظور کیا جاتا ہے۔ آپ پیش کر دیں آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- شکریہ جناب اسپیکر۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ تحریک التواء نمبر 3۔ میں اسمبلی قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 75A کے تحت ذیل تحریک التواء کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ مورخہ 8 فروری 2019ء کو پیشیں سے کراچی جانے والی الحمود کوچ کی یارو کے قریب کار کے accident کے نتیجے میں کار میں سوار 7 افراد شدید زخمی ہوئے۔ جن میں سے ایک زخمی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ اور اس طرح 9 فروری 2019ء کو الحمود کوچ لسیلہ zero point پر ایک اور کار کے accident کے نتیجے میں 4 افراد قمہ اجل بن گئے، اخباری تراشہ منسلک ہے۔ لہذا اسمبلی کی آج کی کارروائی روک کر اس افسوسناک واقعہ کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی یہ 16 فروری اجلاس میں بحث کے لیے منظور کیا جاتا ہے۔ جی حاجی محمد نواز کا کثر رکن اسمبلی آپ اپنی قرارداد نمبر 27 پیش کریں۔ چونکہ وہ نہیں آئے ہیں کوئی اور اس کو پیش کرنا چاہتا ہے۔ تو ٹھیک ہے ورنہ پھر۔ چلو اس کو بھی defer کیا جاتا ہے۔ جناب ثناء بلوج صاحب، رکن اسمبلی آپ اپنی قرارداد نمبر 28 پیش کریں۔

شاء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر۔ قرارداد نمبر 28۔ ہرگاہ کہ بلوچستان میں تاحال عالمی معیار کے Libraries کا قیام عمل میں نہیں لا یا گیا ہے۔ جسکی وجہ سے لاکھوں طلباء و طالبات اہم جدید علوم کے حصول سے محروم ہیں۔ جبکہ حکومت کی جانب سے اس حوالے سے اب تک کوئی پالیسی وضع نہیں کی گئی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ صوبہ کے طلباء کو اہم اور جدید علوم کی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے اس سلسلے میں فوری طور پر ترجیحی بنیادوں پر عالمی معیار کے libraries کے قیام کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ ایک جامع پالیسی وضع کریں تا کہ صوبے کے طلباء اہم اور جدید علوم سے استغفارہ حاصل کر سکیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کیا محکم اپنے قرارداد نمبر 28 کی admissibility کی وضاحت فرمائیں گے۔

شاء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر۔ ویسے تو قوموں کے جزو یور ہوتے ہیں جن کو قوموں کا زیور کہتے ہیں جس کا مردوں کا زیور ہے عورت کا زیور ہوتا ہے۔ اس طرح قوموں کے بھی زیور ہوتے ہیں۔ اور Libraries، Museums یہ قوموں کے زیور ہوتے ہیں۔ اگر کسی قوم میں، کسی علاقے میں اگر کہیں Libraries نہیں ہوں، بڑے علم گاہیں نہیں ہوں، بڑی بڑی یونیورسٹیاں نہیں ہوں، بڑی بڑی درسگاہیں نہیں ہوں، بڑے شماریں نہیں ہوں تو ایسے قوموں کا شمار دنیا میں وہ ایک مہذب اور تہذیب یافتہ قوموں میں انکا شمار نہیں ہوتا ہے۔ Libraries تو 2 ہزار 6 سو قبل از مسیح یعنی آج سے 2 ہزار 6 سو سال پہلے بھی دنیا کی تاریخ میں Libraries دیکھی گئی ہیں۔ لیکن آج اکیسوں صدی ہے digitalization ہے، atomic theory ہے۔ تمام چیزیں بڑی revolutionarise ہوئی ہے۔ اور اس دنیا میں ضرورت اس بات ہے کہ آپ کو کہیں suffer کرنا پڑے اور آپ کے پاس علم اور تعلیم سارے ذرائع جو ہیں آپ کے علاقے میں اور آپ کے اسکولوں میں آپ کے الjerz میں آپ کے گلی و محلے یونین کوسل کی سطح پر میسر ہوں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بلوچستان جیسا۔۔۔ جناب اسپیکر House کو in-order کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میری صاحب! please۔

شاء اللہ بلوچ: تو اس وقت پورے پاکستان میں کوئی بہت ہی وہ کیا کہتے ہیں کہ خوبصورت صورتحال نہیں ہے کہ ہم بتائیں کہ جی بڑی اچھی Libraries بنی ہیں۔ یا بڑے اچھی درسگاہیں ہیں جہاں سے علم حاصل کیا جاسکے بلوچستان کو ایک خصوصیت حاصل اس لیے رہی ہے کہ ہم نے تاریخی طور پر آج بھی آپ دیکھیں بلوچستان میں سیاست کا معیار، بلوچستان میں گفتگو کا معیار، بلوچستان میں تحریر کا معیار، اگر کبھی بہتر رہا ہے تو ہمارے لوگ تو

کتابیں اسمنگل کر کے لاتے تھے۔ اور یہاں پر پڑھتے تھے۔ لیکن بدقتی سے صوبائی حکومتوں نے چاہے وہ صوبائی حکومتیں ہوں یا وفاقی حکومتیں ہوں، کبھی نہیں سمجھا ہے کہ Libraries ہماری زیور ہیں۔ اور ہم نے قوموں کی جو ہمارے نوجوان ہیں، ہمارے بچے ہیں، ہمارے طالب علم ہیں، ان کے ذہنوں کو جو ہے علم کے جو کاشت سے اگر آپ کسی زمین میں تازہ دم بچ نہیں ڈالتے آپ اُس کی جو اچھی طریقے سے آبیاری نہیں کرتے، آپ اچھی طریقے سے اُس کی دیکھ بھال نہیں کرتے، آپ زمین سے ایک اچھی فصل حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے ہاں 1 کروڑ 20 لاکھ کی آبادی ہے، ہمارا تقریباً 62 فیصد بلوچستان کی آبادی وہ نوجوانوں پر ہے جو تعلیم سے منسلک لوگوں پر مشتمل ہے۔ گوکہ اسکو لوں کی کمی ہے، دیگر چیزوں کی لیکن ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ ہمارے گاؤں، گلیوں میں، ہمارے یونین کونسل کی سطح پر اضلاع میں کوئی Library نہیں ہے۔ ہم نے ساری چیزوں پر توجہ دی ہے۔ جب تک ہم اپنے نوجوانوں کے آنے والی نسلوں کی آبیاری، اُن کی دماغ کی، وہ اچھے کتابوں سے نہیں کرتے ہم ایک اچھی قوم پیدا ہی نہیں کر سکتے۔ یہ جو جتنی development ہو رہی ہے جتنی ترقی ہو رہی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم اُس میں پسمندہ رہ گئے ہیں۔ اُس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ جن قوموں کے پاس جدید علوم، اُن کے پاس تاریخ، اُن کے پاس تہذیب، اُن کے پاس آداب، اُن کے پاس فلسفہ اُن کے پاس physics, science, chemistry, technology refinery کے لیے تیار نہیں ہو سکتے۔ آپ گواہ پورٹ کے لیے تیار نہیں ہو سکتے۔ آپ سی پیک کے لیے تیار نہیں ہو سکتے۔ آپ دنیا میں جتنی تیز رفتاری کے ساتھ digitalization ہو رہی ہے۔ دنیا بہت technology base بن رہا ہے۔ آپ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ مزدور پیدا کر سکتے ہیں۔ بیلدار پیدا کر سکتے ہیں، فلی پیدا کر سکتے ہیں۔ چپڑا سی پیدا کر سکتے ہیں۔ چوکیدار پیدا کر سکتے ہیں۔ چائے بنانے والا پیدا کر سکتے ہیں۔ پرانے بنانے والا روٹی بنانے والا گوند ہنے والا پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ ایک سائنسدان اور دنیا میں نام روشن کرنے والے قوم کی جگہ پر نہیں آسکتے۔ اور وہ چیزیں کہاں نہیں؟۔ وہ بنتی ہیں جناب والا! Libraries میں۔ جو قومیں کتابوں سے محبت کرتی ہیں وہاں پر بندوق کا راج نہیں ہوتا۔ وہاں گولیاں نہیں چلتی۔ وہاں بھنپیں پھوڑتے۔ وہاں سڑکوں پر گاڑیاں انسانوں کو اس طرح نہیں کچلتی۔ وہاں کرپشن نہیں ہوتا۔ وہاں جب لوگوں کو علم سے محبت ہو جاتی ہے تو وہاں کے لوگوں میں اخلاقی اقدار بڑھتے ہیں۔ Libraries صرف اس لیے تو نہیں بنتی کہ جی بچ جا کر وہاں PCS, CSS کریں گے۔ دنیا میں اس وقت بھی بہت سی چھوٹی قوموں ہیں، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بلوچستان یعنی میں

کہتا ہوں کہ صرف 62 نیصد بلوجستان کا رقبہ ہے لیکن صرف Libraries 16 ہیں اور وہ بھی ٹوٹی پھوٹی، چھوٹی Libraries ہیں، بلوجستان میں۔ پاکستان بھی دنیا میں تقریباً کوئی آتا ہے 1 سو 10 ایک سو 12 نمبر پر پورے پاکستان میں صرف 4 سو Libraries ہیں۔ جبکہ اس کے مقابلے میں انڈیا میں 1 لاکھ 55 ہزار لاہبری یاں ہیں۔ اس طرح China میں یکیصیں 1 لاکھ 70 ہزار سے زیادہ لاہبری یاں ہیں۔ امریکہ کو یکیصیں، یورپ کو یکیصیں، باقی ممالک کو یکیصیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں یہ قرارداد لایا ہوں ہم سب، ہماری اولادیں ہیں، بچے ہیں اور اس وقت ہم بلوجستان کے راہنماء ہیں۔ بلوجستان کا ہر نوجوان ہمارا بچہ ہے ہر پڑھنے والا ہم نے جب تک انہیں ان نے چیزوں سے آزمودہ کا رہنیں بنایا، ان کو متعارف نہیں کروایا۔ بلوجستان ترقی نہیں کر سکتا۔ اس قرارداد کے توسط سے میں صرف ایک اپیل کرتا ہوں بالخصوص حکومتی اپنے اراکین سے کہ وہ تھوڑی سی اگروہ توجہ سے سنیں اسکا تعلق براہ راست ہماری آنے والی نسلوں سے ہے۔ ہم نے اس دفعہ کوئی نہ اور گواہ میں، میں نے کہا 7 ارب روپیہ safe-city کے نام پر آپ نے دے دیئے۔ ٹھیک ہے شہروں کو safe بنائیں۔ لیکن ہم نے آج تک لاہبری یوں کے لیے بلوجستان کے لیے 2 ارب روپے بھی منقص نہیں کئے۔ بلوجستان میں اس وقت ہر ضلع میں تحصیل اور یونین کنسلوکی سطح پر لاہبری یوں کی اشد ضرورت ہے۔ اور ایسی لاہبری یاں جو اس digitalization کے دور میں automation کے دور میں آپ جناب والا! ان کو براہ راست online اُنکے لیے لاہبری یاں قائم کریں۔ جدید لاہبری یاں قائم کریں۔ آپ لوگوں میں جو leadership ہوتی ہے۔ وہ culture متعارف کروائیں، ہمارے ہاں سیاسی لوگ اپنے بچوں کے ہاتھ میں بندوق تھما دیتے ہیں۔ ان کی تصویریں بناتے ہیں۔ ہم کتابیں تھما کے تصویریں بنانے کے لوگوں کو جو ہے، ہم جو ہیں قومی culture اُس کی قومی قیادت بناتی ہے۔ ہم نے کتابیں اٹھا کر کے گلیوں اور بازاروں میں جانا ہیں۔ بندوق برداروں، کتاب بردار دستے ہمیں بنانے چاہئے۔ تب جا کے بلوجستان تبدیل ہو سکتا ہے۔ میرا ایک مشورہ ایک تجویز ہے کیونکہ اور بھی بہت سے قرارداد ہیں، محمد خان تھوڑا اسما، سیلم کھوسہ صاحب نہیں چھوڑتا مجھے پتہ ہے بہت لڑتا ہے۔ تھوڑی سی توجہ چاہئے سیلم جان۔ تھوڑی سی ایک چھوٹی سی تجویز دوں گا۔ جس سے پورا بلوجستان آپ کے گھر گاؤں تحصیل حلتے فائدہ مند ہوں گے۔ اُسیں خاران بھی شامل ہے۔ ہمارے 3 سو 60 کے قریب جناب والا یونین کنسل ہیں۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا کہ ہم کیسے لاہبری یاں اُس کے کیا سماجی، معاشری، معاشرتی اثرات ہیں۔ وقت کی کمی ہے سننے والے لوگ کم ہیں۔ اُس کا یہ ہے کہ 3 سو 60 کے قریب بلوجستان میں یونین کنسل ہیں۔ ایک اچھی لاہبری اور اُس کے لیے آپ بلڈنگ نہیں بنائیں،

نہیں ہائی اسکول میں ایک ہائی اسکول ہمارے پاس موجود ہے۔ ہر یونین کو نسل infrastructure کے ہائی اسکول کو higher secondary school کا درجہ دیں۔ محمد خان لہڑی صاحب یہ مہربانی کر سکتے ہیں۔ 3 سو سالہ higher secondary school ہر یونین کو نسل میں نمبر 1۔ ایک نوٹیفیکیشن چاہئے، اسکے لیے پیسے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ دوسری بات یہ ہے کہ ہر اسکول میں ہمارے پاس براہ راست عمارت موجود ہوتی ہے، ان میں کوئی نئی عمارت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری ان عمارتوں میں دو بجے تک وہاں پر اسکول پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد فارغ ہیں۔ اس کے بعد یہ عمارت بھوت بگل بن جاتے ہیں۔ کوئی ان کو استعمال نہیں کرتا ہے۔ ہر ہائی اسکول میں آپ جناب والا ایک جو بہت ہی professional level کی لائبریری بنائیں۔ جس کا میں نے خود لگایا ہے لگت تخمینہ 40 سے 50 لاکھ کے قریب بنتا ہے۔ یعنی چالیس سے پچاس لاکھ میں آپ ہر یونین کو نسل میں ایک بڑی اعلیٰ فلم کی لائبریری بنا سکتے ہیں۔ جس میں online digital یونیورسٹیوں میں پورے بلوچستان کے طلباء کو ایک رجسٹریشن نمبر دے دیں۔ جس طرح ہم گاڑیوں کا نمبر پلیٹ دیتے ہیں۔ اس نمبر پلیٹ کے تحت اس رجسٹریشن نمبر کے تحت بیشک اسکاشن ختمی کارڈ نمبر ہو۔ جب وہ اسکول میں رجسٹر ہوتا ہے۔ وہ اسکا ID 1 ہو۔ اس کا ID سے وہ کہیں بھی جا رہا ہے۔ میں مثال کے طور کل ”گوارگو“ (Gowar Gow) جاتا ہوں۔ پنجوں میں پھنس جاتا ہوں۔ خاران میں نہیں۔ میں دو چار دن وہاں رہتا ہوں۔ مجھے کچھ ریسچ کرنا ہے، پڑھنا ہے۔ میں گوارگو کی لائبریری میں بیٹھ کر وہاں پر اپنا National Identity Card نمبر ڈال دوں گا۔ وہ میرا Password ہوگا۔ میں وہاں سے دُنیا کی کسی بھی جگہ پر اپنی ریسچ کر سکتا ہوں۔ کسی بھی یونین کو نسل کی لائبریری میں جا کر، بجائے کہ میں وہاں پر غریبوں کی روٹیاں توڑوں، گپ شپ کروں، مفت میں شیطانی ہو جائے۔ آپ اپنے معاشرے کو مصروف رکھ سکتے ہیں۔ آپ پچاس لاکھ روپے ہر یونین کو نسل 360 کو نسل کی اگر آپ بجٹ بنائیں صرف 2 ارب چاہئے۔ بلوچستان کے ہر یونین کو نسل میں آپ لائبریری بنا سکتے ہیں۔ صرف سال میں 2 ارب روپے کا بجٹ مختص کریں۔ آپ مجھے بتائیں 7 ارب روپے اگر ہم بلوچستان میں کیمرون لگانے پر خرچ کر سکتے ہیں۔ کیا ہم میں یہ commitment ہے کہ ہم صرف 2 ارب روپے کے بجٹ سے بلوچستان کے 360 یونین کو نسلوں میں اعلیٰ پایہ کے لائبریری بنائیں۔ جناب والا! لائبریریاں آپ کو تہذیب سکھاتی ہیں، تعلیم سکھاتی ہیں۔ لوگوں کا رابطہ میں الاقوامی دُنیا سے قائم کرتی ہیں۔ لائبریریاں آپ میں جدت پیدا کرتی ہیں۔ آپ میں قوت برداشت

پیدا کرتی ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر اگر ہمارے مذہبی امور کے دوست ہیں، ہم نے یہ culture-develop کرنا ہیں۔ ہم نے مسجدوں میں بھی لاہوری قائم کرنی ہیں کیونکہ لاہوریوں میں دین کی بھی کتابیں ہوتی ہیں۔ دُنیا کی کتابیں ہوتی ہیں۔ معیشت، سیاست کی کتابیں ہوتی ہیں۔ مسجدیں، اسکول اور ہسپتالوں میں بھی لاہوریاں بنائیں۔ ہم بلوچستان کو جس طرح ہمارے آباؤ اجاداں ہمیں پڑھا لکھا بلوچستان دیکر گئے تھے۔ گوکہ سکول کم تھے۔ سب سے culture Civilized اور بلوچستان تھا۔ آج سب سے خوفزدہ بلوچستان بن گیا ہے۔ اس لئے کہ بلوچستان میں کتابوں سے محبت کم ہو گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان میں یہ جو قرارداد میں نے پیش کی ہے۔ اس کی admissibility ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر یو نین کو نسل میں معیاری قسم کی اور عالمی معیار لاہوریاں قائم کرنے کیلئے جو میں نے یہ قرارداد پیش کی ہے، میں اپنے تمام دوستوں سے یہ اتنا کرتا ہوں ان سے اپل کرتا ہوں کہ بجائے اس پر بحث کرنے کے، اگر یہ قرارداد منظور کر لیں۔ اور آنے والے بحث میں دو ارب روپے 360 یو نین کو نسل میں لاہوریوں کے قیام پر وقف کر کے اس صوبے پر اور ہم سب پر ایک احسان کریں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ شناء بلوج صاحب۔ زیرے صاحب! ذرا مختصر کریں۔ کیونکہ کافی کارروائی باقی ہے۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر! جو قرارداد ہاؤس میں پیش ہوئی ہے، میں اپنی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے اس کی تائید و حمایت کرتا ہوں۔ یقیناً جس طرح کہا گیا کہ آج اس صوبے کے جو یہاں پر ایک vision ہے۔ ایک سیاسی سوچ ہے، وہ ہمارے اکابرین کی وجہ سے ہے۔ یقیناً ہمارے اکابرین وہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ آپ کو پتہ ہے جناب اسپیکر! صوبے کا سب سے پہلا اخبار ”استقلال“ خان شہید عبدالصمد خان اچکزئی نے ۱۹۳۸ء میں اسکا اجراء کیا اُس وقت۔ بعد میں ہماری لیڈر شپ نے باقاعدہ ”کٹ خانہ“ کے نام سے نوجوانوں کے لئے ایک نظریاتی تعلیم، ایک لاہوری قائم کی۔ اور آپ کو یہ بھی پتہ ہے جناب اسپیکر صاحب! کہ ہمارے جتنے بھی یہاں پر سیاسی و رکرز ہیں، وہ سب سیاسی و رکرز نے اپنے اپنے آرگانائزیشن میں، اپنی اپنی پارٹیوں میں ایک study-circle کے طور پر باقاعدہ کلاسیں ہوتی تھیں۔ وہ ایک چلتا پھرتا ایک لاہوری ہوتا تھا۔ ہمارے یونیورسٹی کے سرکل، ہمارے ہائل سب۔ تو یقیناً جس طرح کہا گیا ہے کہ دُنیا میں کہا جا رہا ہے کہ دُنیا میں جس قوم کے لاہوری کی روشنیاں رات تک وہ جلتی رہتی تھیں تو وہ قومیں ترقی کی

معراج کو جھوکتی تھیں۔ میں خود اس قرارداد کا حمایت کرتا ہوں۔ اور میں پچھلے دور میں میں نے اپنے حلقة میں دو لاہبریاں قائم کی ہیں۔ ایک گرز کے لئے عبدالرحیم خان مندوخیل کے نام سے، ایک بوانز کے لئے۔ آج وہ لاہبریاں باقاعدہ طور پر ہمارے لاہبری ی جو ہمارے ڈیپارٹمنٹ آرکیا لو جی یا لاہبری کا، ان کی زیریگرانی دونوں لاہبریاں کام کر رہی ہیں۔ تو یقیناً جس طرح کہا گیا کہ ہر یونین کو نسل میں ہر سکول میں لاہبری ہونی چاہئے۔ آج ہمارے صوبے میں سولہ کے قریب لاہبریاں ہیں۔ یا پورے ملک میں چار سو کے قریب ہیں۔ لیکن اگر ہر یونین کو نسل میں ہر ہائی سکول میں ایک ایک لاہبری ہو۔ اور پابندی ہو کہ سینڈنام کو وہاں جا کر پڑھیں طالبعلم۔ تاکہ ہمارے آنے والی جو نسل ہے وہ تعلیم یافتہ ہوں۔ دُنیا کے جتنے بھی حالات ہیں ان کو وہ جان سکیں۔ thank you very much جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ زیرے صاحب۔

حاجی محمد خان اہٹری (وزیر حکومتہ ٹانوی تعلیم) :- جناب اسپیکر! جو قرارداد میرے دوست ثناء بلوج صاحب لے آئے ہیں۔ کیونکہ موجودہ گورنمنٹ already اس پر کام کر چکا ہے وزیر اعلیٰ صاحب کے پروگرام کے تحت تقریباً ہر ڈسٹرکٹ میں ایک گرز ماؤل سکول اور ایک بوانز ماؤل سکول بنارہے ہیں۔ ہم نے اس میں یہ چیز بھی شامل کیا ہے کہ ان کے ساتھ ایک لاہبری بھی ہو۔ اور ان کے ساتھ TA روم بھی ہو۔ اور انکے ایک ساتھ سائنس لیب بھی ہو۔ اور وہاں پر طلباء کیلئے رہائش کا بھی بندوبست کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ وہاں پر قیام پذیر ہوں گے۔ ان کے لئے بھی رہائش کا بندوبست کیا جائے۔ ہم نے اس پر already کام شروع کیا ہے۔ انشاء اللہ و تعالیٰ آپ دوستوں کو چند نوں میں اسکے ثمرات سے ہمارے طلباء استفادہ حاصل کریں گے۔ اور انشاء اللہ آپ دیکھیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ۔ میدم! دومنٹ بات کر لیں۔

محترمہ شکیلے نوید نور قادری:- جناب اسپیکر! میں صرف ایجوکیشن منٹر کی knowledge میں لانا چاہتی ہوں۔ یہ جو TA کے روم کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ تقریباً ہمارے ہائی سکولز میں ہیں۔ لیکن جہاں electricity نہیں ہے۔ تو یہ چیزیں بالکل useless dump ہوئی ہیں۔ آپ کے پاس TA کے ٹیچر زنہیں ہیں۔ ماؤل ہم وہاں بناتے ہیں جہاں پر ہمارے پاس already یہ چیزیں ہیں۔ وہ ایک تکلیف کریں اور اضلاع میں جائیں، آپ کو یہ TA کے equipments میں گے۔ جو بالکل

dump پڑے ہوئے ہیں۔ وہ سامان بھی خراب ہو چکا ہے۔ اور وہاں پرانوں نے TA کا کوئی بندہ ہی نہیں رکھا ہے۔ تو یہ ایک دفعہ اضلاع میں visit کریں۔ چیزیں ملیں گی لیکن وہ نکشناں نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکر یہ میدم!

وزیر محمدہ مال:- جناب اسپیکر! یہ قرارداد اس وقت ہمیں منظور ہو گا اگر اس میں واشک ڈربدر بھی شامل ہے تو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- آیا قرارداد نمبر 28 کو منظور کیا جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔ جناب ملک نصیر احمد شاہوی، جناب ثناء بلوج صاحب جناب احمد نواز بلوج، میر اختر حسین لاغو، جناب محمد حیم مینگل، جناب محمد اکبر مینگل، مسٹر نامٹس جانس، محترمہ شکلیلہ نید، اور محترمہ زینت شاہوی ایڈووکیٹ، ارکین اسمبلی میں سے کوئی ایک محکم مشترکہ قرارداد نمبر 33 پیش کریں۔

احمد نواز بلوج:- مشترکہ قرارداد نمبر 33۔ ہرگاہ کہ مارکیٹ کمیٹی زراعت میں عرصہ دراز سے کنٹریکٹ و ڈیلی و تجربی بنیادوں پر تعینات ملازمین تاحال مستقل نہیں کیتے گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان ملازمین میں شدید احساس محرومی اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ ممکنہ زراعت میں عارضی بنیادوں پر تعینات 200 کے قریب ملازمین کو مستقل کرنے کو یقینی بنائے تاکہ ان ملازمین میں پائی جانے والی بے چینی و احساس محرومی کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- مشترکہ قرارداد نمبر 33 پیش ہوئی۔ کیا محکمین اپنی مشترکہ قرارداد کی وضاحت فرمائیں گے۔

احمد نواز بلوج:- جناب اسپیکر! شکر یہ نہیں اس ایوان کی توسط سے موجودہ قرارداد جو ہم نے مشترکہ طور پر لائی ہے۔ اس میں ہمارے وہ ڈیلی و تجربی پر کام کرنے والے اہلکار جو عرصہ دراز سے اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، وہ اس احساس محرومی کا شکار ہیں۔ ہم بھی اس ملک کے باسی ہیں۔ اور ہم دن رات محنت کر کے اپنے بچوں کے لئے جو روزی کمارے ہیں ان تک پہنچا رہے ہیں۔ مگر جس صوبے میں اتنے بڑے پروجیکٹس جس طرح ثناء بلوج صاحب نے کہا سات ارب روپے سیف سٹی اور دوسرے مدیں لگائے جا رہے ہیں مگر ہمارے جو ہمارے ملازمین عرصہ دراز سے اپنی خدمات مارکیٹ کمیٹی میں سرانجام دے رہے ہیں، ان کیلئے اگر موجودہ

گورنمنٹ آنے والے بجٹ میں انہوں نے بیان کی تھیا تو عمل میں لائے تاکہ ان کے بھی کافی عرصے سے جواہس محرومی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ۔ آیا قرارداد نمبر 33 کو منظور کیا جائے؟۔۔۔ (ماغلث)

وزیر یحکمہ زراعت و کاروبار پریشان:- جناب اسپیکر! ایک منٹ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی زمرک صاحب۔

وزیر یحکمہ زراعت و کاروبار پریشان:- جناب اسپیکر! میں ان دوستوں کو یہ بتا دوں کہ یہ قرارداد منظور نہیں ہو سکتا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ انہوں نے ۲۰۰ بندوں کا ذکر کیا ہے۔ ۱۹۸ لوگ ہمارے مارکیٹ کمیٹی میں کام کر رہے ہیں۔ اور یہ مارکیٹ کمیٹی جو ہے یہ independent ایک کارپوریشن اتحاری ہوتی ہے۔ اس میں زمیندار، ٹریڈر، ماشہ خور اور کمیشن ایجنت ان کی طرف سے ایک باڑی بنتی ہے پھر اس باڑی کے تحت ایک چیئر مین بنتا ہے۔ اور چیئر مین ڈیلی و تجز پر لوگوں کو کنٹریکٹ کی بنیاد پر رکھتا ہے۔ اور اپنے اُس آمدن سے یہ کمیٹی کی اپنی آمدن ہوتی ہے۔ مارکیٹ کمیٹی خود پسے کرتے ہیں۔ اور خود ان بندوں کو payment کرتے ہیں۔ اور اس میں سے سالانہ جو 10% روپیہ بھی فانس ڈیپارٹمنٹ کو یہ مارکیٹوں سے ہمارے جواہر یکچھ مارکیٹس ہیں، ان کو بھی دیتے ہیں۔ اور پھر اس میں اس طرح ہے کہ وہ جو چیئر مین بنتا ہے، وہ ایک زمیندار بنتا ہے۔ یہیں ہے کہ کوئی سرکاری آدمی ہوتا ہے۔ یا سرکار جس کو ہم appointed کرتے ہیں۔ یہ elected member ہوتا ہے۔ وہاں پر کوئی ۳۲ لوگوں کی کمیٹی بنتی ہے۔ پھر اس کے درمیان ایکشن ہوتا ہے۔ اُس ایکشن کے تحت ایک چیئر مین بنتا ہے۔ اور ایک ڈپٹی چیئر مین بنتا ہے۔ ان کے اپنے دفاتر ہوتے ہیں۔ جس طرح ہزار گنجی ہماری مارکیٹ ہے۔ پورے کو وہ چلاتے ہیں۔ پھر اس کو اپنے ضروریات کے مطابق کبھی دس افراد لگاتے ہیں۔ اور کبھی ایک سو لگاتے ہیں۔ کبھی دوسو لگاتے ہیں۔ اور ان کو payments کرتے ہیں۔ اور وہ کنٹریکٹ کے بنیاد پر رکھ جاتے ہیں۔ ایک یہ ہوا۔ یہ جوانگی پوری ہم نے تفصیل بتائی۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ already گئے ہیں عدالت میں۔ ایک دفعہ کا مثال میں آپ کو بتا دوں ایک جہانزیب جو کنٹریکٹ پر ہے، انہوں نے اپنی مارکیٹ کمیٹی کو یہ Versus ٹیکر ٹری گورنمنٹ آف بلوجستان ایگر لکچر اینڈ کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ انہوں نے ایک کیس لگایا ہے۔ یہ رائل کورٹ جو ہے۔ لیبر کورٹ میں انہوں نے کیس کیا۔ اور لیبر انہوں نے فیصلہ دیا ہے۔ پھر یہ پارٹی دوبارہ گئی لیبر کورٹ میں۔ لیبر کورٹ میں انہوں نے کیس کیا۔

کورٹ نے ان کے حق میں فیصلہ دیا۔ جو یہ دو سول لازمیں ہیں۔ پھر ہمارے ڈیپارٹمنٹ نے اس میں پھر ہائی کورٹ میں ہمارے ڈیپارٹمنٹ نے ایک پیشہ دائر کی۔ تو اس میں کورٹ نے stay دے دیا۔ اور وہ stay ابھی تک چل رہا ہے۔ پھر بعد میں ایک اور بندہ جو جمیل احمد ہے اس کے ساتھ 98 لوگ ہیں جو کنٹریکٹ پر انہوں نے ایک کیس سیشن کورٹ میں گورنمنٹ آف بلوچستان Government of Balochistan other file in Hon"ble District and کیس دو عدالت کیس already جو This is under trial for justice - Session Court Quetta. میں چل رہا ہے۔ cases جو subjudice ہوتے ہیں۔ تو ان کو ہم قرارداد کی شکل میں یہاں پاس نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ دو تین مسئلے ہیں اس میں اور اس وقت ہمارے سکریٹری بزدار صاحب بھی بیٹھے ہیں جو اس وقت ہمارے سکریٹری ایگر لیکچر تھے۔ ان کو بھی یہ پتہ ہو گا۔ اگر عدالت میں نہ بھی ہو کیس تو یہ لوگ کبھی مستقل نہیں ہو سکتے۔ اگر ہونا ہوتا تو پھر یہ سارے فناں ڈیپارٹمنٹ کے though ہونگے۔ انکی بنے گی۔ اور ان کنٹریکٹ ملازمین سے گورنمنٹ کا کوئی تعلق ہے نہیں۔ وہاں پر ان کے اپنے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے کام کیلئے انکو لگایا ہے۔ چاہے ایک سال کیلئے یادوں سال کے لئے۔ تو اس لئے کیس چل رہا ہے۔ ہم اس کو نہیں چھیڑ سکتے ہیں۔ میں حاجی نواز صاحب سے کہتا ہوں کہ اس قرارداد کو واپس لے لیں کیونکہ یہ ہائی کورٹ اور سیشن کورٹ دونوں میں یہ کیس چل رہا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ اچانزی صاحب! میرے خیال میں احمد نواز صاحب جو کیس کورٹ میں چل رہا ہے۔ کورٹ کے فیصلے آنے تک کا انتظار کریں گے۔

احمد نواز بلوج: جناب اسپیکر! کورٹ میں تو بہت سارے ملازمین کے کیس چل رہے ہیں۔ جیسے پہلے BDA کے بھی کورٹ میں تھے۔ اس وقت کے اسپیکر نے رونگ تو وزیر اعلیٰ صاحب نے اُنکے لئے ایک letter اجاری کیا تھا۔ تو میں یہی چاہتا ہوں کہ ان کے ایک letter ہوتا کہ مل بیٹھ کر ان کا حل نکالیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں کورٹ کے فیصلے آنے تک کا اس کا انتظار کیا جائے۔

وزیر حکومت زراعت و کوآپریٹوں: حاجی نواز صاحب! اس میں ہم کیا آپ کو دے سکتے ہیں۔ ڈیپارٹمنٹ سے اس کا تعلق ہی نہیں ہے۔ مارکیٹ کمیٹی سے ان کا تعلق ہے۔ آپ جائیں وہاں ان کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کل آپ اس کے چیئر مین کے سیٹ پر بیٹھے ہوں گے۔ کورٹ میں ان عارضی ملازمین کا کیس چل رہا ہے۔ تو اس کیس میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ کوئی اور تو حکم نہیں دے سکتے ہیں۔ کوئی آف دی ریکارڈ ہم اُنکی مدد کر سکتے

ہیں۔ وہ تو ویسے بھی ہم کریں گے۔ جو بھی آدمی آئے گا جس کیلئے ہم کچھ کر سکتے ہیں۔ تو انکے لئے ہم تیار ہیں۔ لیکن اس میں ہم مداخلت نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لئے گزارش کی جاتی ہے کہ اس قرارداد کو آپ واپس لیں۔ اسکو اگر نہ مٹایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- چونکہ کیس عدالت میں چل رہا ہے اس معاہ ملے کو منٹایا جاتا ہے۔ تاکہ فیصلہ آجائے۔

احمد نواز بلوچ:- ٹھیک ہے جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- حاجی علی ترین صاحب اور نصر اللہ خان زیرے صاحب اراکین اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 35 پیش کریں۔

اصغر علی ترین:- قرارداد نمبر 35۔ ہرگاہ کہ حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، ہم مسلمانوں کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرے۔ مگر وفاقی حکومت نے حج پالیسی 2019ء کے مطابق حج اخراجات میں فی کس ایک لاکھ چھپن ہزار روپے کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس سے مسلمانوں کی محبت و عقیدت کے مرکز و محور بیت اللہ اور مسجد نبوی ﷺ کے حاضری کے خواہش مند مردو خواتین کیلئے مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ جبکہ حج اخراجات میں مجموعی طور پر 163% اضافے سے اب عام آدمی کیلئے حج کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ حج پالیسی 2019ء پر نظر ثانی کرتے ہوئے حاج کرام کیلئے سب سیڈی بحال کرنے کے ساتھ ساتھ حج اخراجات میں اضافہ واپس لے تاکہ متوسط طبقے کے لوگ بھی حج کی سعادت حاصل کر سکیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

اصغر علی ترین:- شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ جناب اسپیکر! پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ ایک اسلامی ریاست ہے اور کہتے ہیں پاکستان کا مطلب کیا، لا إله إلا اللہ۔ محمد رسول اللہ۔ جناب اسپیکر صاحب! پچھلے سال جو لوگ حج پر گئے تھے انہوں نے دولاکھا سی ہزار میں حج کا فریضہ سرانجام دیا ہے لیکن بدقتی سے نئی حکومت اور وفاقی حکومت نے 163% اس حج کی سعادت حاصل کرنے والوں کیلئے بوجھڈا لاہے، مہنگا کر دیا ہے یعنی یہ ابھی چار لاکھ چھپن ہزار روپے دینے کے بعد لوگ حج کی سعادت حاصل کریں گے۔ اسلامی ریاست ہوتے ہوئے اور یہ بھی کہنے کے باوجود "کہ ہم پاکستان کو مدینہ کی ریاست جیسے بنائیں گے"۔ اس دعوے کے باوجود بھی آپ نے مسلمانوں سے اور جو لوگ یعنی اس حج کی سعادت حاصل کرنے کو کاروبار بنالیا ہے یعنی اس کو مہنگا کرنے سے کیا یہ آپ پی آئی اے کا خسارہ پورا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ریلوے کو سب سڈی دے سکتے ہیں۔

آپ پی آئی اے کو سبستی دے سکتے ہیں۔ میٹرو بس کو سبستی آپ دے سکتے ہیں۔ یعنی سینماؤں کی بھالی پر آپ پیسے خرچ کر سکتے ہیں سبستی دے سکتے ہیں۔ حج ایک فریضہ ہے اور اس کو آپ نے کار و بار بنا لیا۔ اس کیلئے آپ نے سبستی ختم کر دیا ہے۔ ہم اور آپ تمام جتنے بھی ارکان ہیں جناب اسپیکر صاحب! ہم لوگ جاتے ہیں عمرے کی ادائیگی پر۔ تو بمشکل اگر ہم ستر یا اسی ہزار روپے میں ایک عام شخص جا کے اپنے عمرہ کی سعادت حاصل کر سکتا ہے یعنی ابھی یہ حج کی جو پچھلے سال جو لوگ گئے تھے جنہوں نے حج کی سعادت حاصل کی ہے۔ دولائکھچین ہزار دے کے انہوں نے حج کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کے باوجود بھی کہ اس دور میں بھی پی آئی اے گھنٹوں گھنٹوں لیٹ تھی۔ آپ کا جو قیام ہے یا آپ کا جو رہائش گاہ ہے یا جو بھی ہو ہیں وہ حرم شریف سے اتنا دور ہے کہ گھنٹوں گھنٹوں آپ کو سفر کرنا پڑتا ہے۔ کھانے کے نظام میں آپ کو پختہ ہے کہ کھانا بہترین نہیں ہے۔ اس کے باوجود لوگوں کی یہ کوشش ہے کہ ہم اپنے حج کی سعادت حاصل کر سکیں۔ میں آپ کو یہ واقعہ سناتا ہوں۔ آپ حیران ہو جائیں گے۔ پچھلے جمعہ میں پیشین میں تھا گاؤں میں تھا اپنے آفس میں تھا جماعت کی۔ مجھے ایک شخص آکے ملا اُس نے مجھ کہا کہ یا! میں نے یہ پچھلے سال ایک سال یہ پیسے جمع کر رہا ہوں تاکہ میں حج کی سعادت حاصل کر سکوں۔ لیکن اچانک یہ اتنا مہنگا ہو گیا کہ میرے وس سے باہر ہے۔ لہذا میری مدد کی جائے۔ تو ہمیں چاہیے وفاقی حکومت کو چاہیے صوبائی حکومت کو چاہیے کہ وفاق سے رجوع کرے اس پر نظر ثانی کرے۔ بشمول یہ کہ وفاقی وزیر نے اور اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی سفارش کی تھی کہ اس پر پینتالیس ہزار یا کچھ اسکو سبستی دی جائے۔ جس کو وزیر اعظم صاحب نے مسترد کر دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ جو ابھی حج کی پالیسی وفاقی حکومت نے دی ہے یہ مسلمان ممالک میں مہنگاترین حج پالیسی ہے۔ افغانستان کا آپ اٹھا کے دیکھ لیں۔ آپ بغلہ دلیش کا اٹھا کے دیکھ لیں۔ آپ دیگر اسلامی ممالک اٹھا کے دیکھ لیں۔ ان سب ملکوں میں سے جو مہنگاترین جو حج ہے وہ پاکستان کا ہے۔ تو لہذا میری تمام ارکان سے گزارش ہے کہ اس قرار داد کو متفقہ طور پر منظور کیا جائے اور اس پر مزید بحث کی جائے۔ اور ہر بندے کی ایک خواہش ہے کہ میں حج کی سعادت حاصل کروں۔ اور ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہے صاحب استعداد کا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم حج کی سعادت حاصل کریں۔ تو اس پر صوبائی حکومت کو چاہیے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے یا جو بھی ہمارے وفاقی حکومت کیستھ جن کا alliance ہے، ان کو چاہیے کہ ان سے رجوع کرے یہاں اس اسمبلی کے through ہمیں چاہیے تاکہ اس پر زمی کی جائے، سبستی دی جائے تاکہ لوگ حج کی سعادت حاصل کر سکیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ جی اصغر اچنڈی صاحب! آپ مختصر کر کے بات کریں۔

اصغر خان اچ ڈپٹی اسپیکر:-

شکر یہ جناب اسپیکر۔ تيقيناً کچھ چيزیں اس طرح کی ہوتی ہیں کہ ان میں سوال وجواب کرنا پڑتا ہے لیکن کچھ چيزیں اس طرح کی ہوتی ہیں کہ میرے خیال میں ان میں سوال و جواب کی گنجائش ہی نہیں رہتی ہے۔ اور اس سلسلے میں ہم انتہائی افسوس کیسا تھا یہ کہنا پڑتا ہے جو ہمیں ہر دوسری بات میں وفاقی حکومت یا ہمارے اس وقت کے موجودہ پرائم منستر ریاست مدینہ کے حوالے سے مثالیں دیتے تھے۔ آج ایک پالیسی اس طرح کی وضع کر دی گئی ہے کہ اپنے ہی لوگوں پر مدینہ کی زیارت کرنے کے دروازے بند کرنے کی کوشش ہم اسکو سمجھتے ہیں۔ تو یقیناً جب ہم اس ملک میں ہر ایک چیز پر سب سڑی دے سکتے ہیں ہر ایک کام میں ہم لوگوں کیلئے اپنے عوام کیلئے آسانیاں پیدا کر سکتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہماری حج کی پرانی پالیسی میں بھی ترا نیم کچھ اس طرح کی ہو جانی چاہیے تھی کہ اس سے بھی زیادہ ہم اسیں قیمتیں کم کر کے ہم اپنے اس مقدس فریضہ کو جاتے ہوئے کم قیمت پر ہم جاسکتے۔ لیکن بد قسمتی سے کہ حکومت نے تمام یہ قرضوں کے بوجھ کو دیکھتے ہوئے، مالی مشکلات کو دیکھتے ہوئے پتہ نہیں کیسے اور کیوں اس کو یہ خیال آیا کہ لوگوں پر حج مہنگا کر کے لوگوں کو اس مقدس کام سے اور ایک فرائض میں سے جو یہ کام ہے اس سے روکنے کیلئے اس حج پالیسی میں کوئی اس طرح کی تبدیلی لائی جائے کہ لوگوں پر یہ اپنے مقدس مقامات کی زیارت ہو یا یہ فرائض کی ادائیگی میں بھی ان کیلئے مشکلات ہوں۔ تو یقیناً عوامی نیشنل پارٹی کی جانب سے میں اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ لیکن ایک یہ ہے کہ اپنے جو محرك ہیں اصغر علی ترین صاحب۔ کاش کہ آپ کی جماعت پچھلی حکومتوں میں تقریباً سوائے آج کی حکومت کے، اگر میں یہ کہوں کہ 1988ء سے لے کے سوائے آج کی اس حکومت کی کہ آپ اپوزیشن میں ہیں، پچھلے میں آخری چھ مہینے میں پھر حکومت میں شامل ہو گئے۔ پوری پی ایس ڈی پی ان کے ہاتھ میں تھی۔ کاش کہ ایک ایسی پالیسی وضع کر دیتے کہ اگر ان کی گھڑ جوڑ میاں صاحب کیسا تھا، پیپلز پارٹی کیسا تھا، کسی بھی جماعت کیسا تھا اس کے ذریعے سے کوئی ایسی پالیسی وضع کر دیتے کہ کم از کم ایک مذہبی جماعت ہونے کے ناطے کہ ہماری حج پالیسی یہ ہوگی۔ ہماری وہ چیزیں جو ہمارے عقیدے سے رکھتی ہیں، جو ہمارے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس بنیاد پر ایک مستقل پالیسی تشکیل دینے میں کامیاب ہو جاتے کہ آج اس طرح کے مجالس میں اس طرح کے ایوانوں میں اس طرح کی چیزوں پر ہمیں بولنا ہی نہیں پڑتا۔ لیکن بد قسمتی سے حکومتوں کیسا تھا ہوتے ان کو اپنی یہ چیزیں یاد نہیں آتی ہیں۔ لیکن پھر بھی آج کے دن کی مناسبت سے ہم اس کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔

شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:-

اصغر علی ترین:- جناب اسپیکر صاحب! بڑے افسوس کیسا تھ کہنا پڑ رہا ہے اصغر خان اچکزئی

میرے لئے محترم ہیں۔ لیکن اس کو سیاسی رنگ دینا یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ یہ انتہائی ایک اہم topic ہے۔ دیکھیں نا! آپ پارٹی کی بات کر رہے ہیں۔ آپ 1988ء کی بات کر رہے ہیں۔ ہماری جب حکومت تھی یا ہم میاں صاحب کیسا تھ دیں یا جس کسی بھی کیسا تھ بھی ہم دے اس نامہ ہر مسلمان مطمئن تھا۔ دولاکھ اسی ہزار روپے پر ہم نے پچھلے سال حج کی سعادت حاصل کی ہے۔ اب جب نئی گورنمنٹ آئی ہے فیڈرل میں عمران خان کی گورنمنٹ آئی ہے، یہ پالیسی انہوں نے چنچ کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- ترین صاحب! قرارداد کی طرف آتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی حمایت کر دی ہے۔

اصغر علی ترین:- گزارش یہ ہے کہ ہر چیز کو سیاسی رنگ نہ دیا جائے۔ اور یہاں پر ایسے قرارداد ہم لے کے آتے ہیں یا ایسے بحث و مباحثات ہم لوگ کرتے ہیں جس میں سیاست سے بالاتر ہو کے کرنا چاہیے۔ ایک طرف سے یہ حمایت کرتے ہیں دوسری سائیڈ سے یہ سیاسی رنگ دیتے ہیں۔ یہ کوئی کم از کم ان کے قد و قامت کیسا تھ یہ چیز انکو زیب نہیں دیتی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی! احمد نواز صاحب۔

احمد نواز بلوج:- شکریہ جناب اسپیکر صاحب! میں بلوچستان نیشنل پارٹی کی طرف سے مکمل حمایت کرتا ہوں۔ اور ہمارے جو مذہبی تہوار ہیں یا ہمارے جو فرائض ہیں جیسے اصغر خان صاحب نے کہا میں اس کی باتوں کو سیندھ کرتا ہوں کہ ہمارے جو مذہبی وہ جو رسومات ہیں یا ہمارے فرائض میں جو آتے ہیں، ان پر ہم سیاست نہیں کریں، تو وہ بہت بڑی اچھی بات ہے۔ ہم اس قرارداد کی حمایت کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔

میر محمد یونس زہری:- شکریہ جناب اسپیکر۔ یہ جو قرارداد پیش کی گئی ہے۔ یہ مدینہ کی ریاست کے عوے داروں نے مدینہ کا سفر مشکل کر دیا ہے۔ کہ جس طرح جو پہلے حج کرتے تھے، دولاکھ اسی ہزار میں اور اس دفعہ چار لاکھ چھتیس ہزار روپے بنادیا۔ اگر آپ ان کو calculate کریں کہ جہاز کا ٹکٹ، وہاں پر رہائش، معلم کا اور وہاں مہنی اور عرفات میں جتنے بھی آپ کے requirements ہیں، سب کو اگر جمع کیا جائے، پھر بھی دولاکھ سے اوپر یہ نہیں جاتے ہیں۔ اور جس طرح آج کے اس گورنمنٹ نے لوگوں پر اگر آپ جناب دیکھا جائے کہ ہمارے دیہاتوں میں یا شہروں میں ہوں، لوگ ایک ایک پیسے جمع کرتے ہیں۔ کہ جی ان سے

میں حج کی سعادت حاصل کروں گا۔ اور ان کے دلوں پر بہت سارے لوگوں نے جو ہم سے رابطے کئے ہیں کہ جی ہم نے تو اپنے دولاکھ آسی ہزار جمع کرنے لئے ہیں، ابھی مزید پیسوں کیلئے ہماری گنجائش نہیں ہے۔ اور ہمارا یہ ارمان، ارمان ہی رہے گا۔ تو جناب! یہ جس طرح کہ مدینہ کی ریاست والوں نے، مدینہ کے سفر کو مشکل کر دیا۔ گزارش یہ ہے کہ ایک قرارداد کوئی مخصوص قرارداد یہاں سے ایک منظور کی جائے تاکہ وہ ان کو یہ بتایا جائے اور ان کیستھیہ calculation کیا جائے کہ جی وہاں پر حج کی سعادت حاصل کرنے والوں کو خدارا باقی چیزوں میں آپ نے گیس پر جو کر دیا، ہم چُپ رہے۔ آپ نے بھلی کامنہ کالا کر دیا ہم چُپ رہے۔ آپ نے نوکریاں لوگوں سے چھین لیئے، آپ نے لوگوں کو یہ وزگار کر دیا۔ آپ نے سب کچھ کر دیا ہم چُپ رہے۔ لیکن یہاں پنے مذہبی اس کیلئے ہم اس پر ہم چُپ نہیں رہیں گے انشاء اللہ، میری گزارش یہ ہے کہ یہ message وہاں جانا چاہیے اور یہ قرارداد منظور ہو۔ شکریہ جناب اپسکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ، جی زیرے صاحب۔

نصراللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر صاحب! جو نکہ میں اس قرارداد کا محرك ہوں۔ اور یقیناً میرے دوستوں نے بڑی تفصیل سے بات کی ہے۔ اور جو ایک مذہبی فریضہ ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ حکومت دن رات واویلا کر رہی ہے، لوگوں کو دھوکہ دیئے کی کوشش کر رہی ہے کہ ہم اس طرح ریاست قائم کریں گے۔ ہر روز، چاہے وہ اقوام متحده میں اس کی speech ہو یا کسی اور جگہ پر، ہر جگہ وہ کہتے ہیں کہ ریاستِ مدینہ، ریاستِ مدینہ۔ اب بیچارے لوگ، غریب لوگ جس طرح اصغر ترین نے کہا، اس قسم کے بہت سارے ایسے لوگ ہیں جن کی دلی خواہش ہے کہ وہ جا کر کے فریضہ حج ادا کریں۔ لیکن اب ان حالات میں جب آپ ساٹھ فیصد سے زیادہ اُس کے اخراجات میں آپ اضافہ کر رہے ہیں، ہم 63% فیصد۔ تو کس طرح ایک غریب بندہ جس کی یہ خواہش رہتی ہے کہ وہ جا کر کے وہاں مدینہ جائیں، مکہ جائیں، وہاں پر فریضہ حج ادا کریں۔ اب اس کے لئے یہ ناممکن ہے۔ ہمارے وفاقی مذہبی امور کے جو نظر صاحب ہیں اس نے بڑی وہ کی لیکن وہ بھی شاید صرف دکھاوے کے لئے انہوں نے کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو یہ بھی بتتا ہے جناب اسپیکر کہ آپ اس پر بھی توجہ دے دیں کہ آپ کے کوئی کے ایئر پورٹ سے پہلے ہمارے جو حاجی صاحبان حاج کرام تھے وہ کوئی سے ڈائریکٹ وہاں جدہ جاتے تھے۔ آج بیچارے کوئی سے کراچی، کراچی سے پھر جدہ، پھر دو باہ آ کر کے وہ کراچی اُترتے ہیں۔ پچھلے سال آپ نے دیکھا، کتنے ہمارے لوگوں کو وہاں خواری ہوئی۔ لوگ دو، دو دن تک لاہور، کراچی، اسلام آباد کے ایئر پورٹوں میں وہ پڑتے رہے۔ کوئی جہاز مل نہیں رہا تھا۔ اور کچھ جو بسوں میں

آرہے تھے، بسوں کا پھر یہ صورتحال ہے جس طرح تحریک التواء پیش کی گئی۔ ایک سینٹنٹ ہو جاتے ہیں۔ تو میری التجاء یہ ہو گی کہ یہ وفاقی حکومت بلا تاخیر یہ جوانہوں نے اتنا برا ج کے اخراجات ہیں، اس کو فی الفور کم کریں۔ پرانی حالت میں لائیں۔ کوئی سے فلاٹ ڈائریکٹ چلائیں۔ ججاج کرام کے لئے وہ مزید سہولیات فراہم کریں، thank you۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:-

جی شکر یہ زیرے صاحب۔ جی اسد بلوج صاحب۔

وزیر یحکمہ سماجی بہبود:-

جناب اسپیکر صاحب۔ یہ قرارداد کی اہمیت اتنی وزن رکھتا ہے

جو پہاڑوں سے بھی زیادہ ہے، بحیثیت ایک مسلمان، میں تو اس کی حمایت کرتا ہوں، اپنی پارٹی کی جانب سے۔ لیکن in-principle میرا ایک request ہے، ملک کے وزیر اعظم سے، ہمارے ملک کے وزیر اعظم چار مہینے سے آئی ایم ایف، ولڈ بینک اور دنیا جہان کی بینکوں میں کچکوں لے کر کے گھوم رہا ہے۔ آئی ایم ایف سے پیسے لے کر کے یہاں ترقی کی بات اب کرتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے پچھلے ادوار میں جو speech آپ نے دی تھی وہ ایک دفعہ پھر دیکھیں کہ اس روز آپ نے جو speech کی ہے، وہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ میں یہی سمجھتا ہوں میری اپنی request ہے ذاتی ہے عمران خان سے کہ پاکستان سے دس لاکھ غریب، لاچار اور مسکینوں کو اس دفعہ جمع بھیج دیں تاکہ وہ ادھری جا کے دعا کریں تاکہ یہ ملک ترقی کرے۔ thank you جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:-

شکر یہ۔ جی مکھی شامل لعل صاحب۔

مکھی شامل لعل:-

جناب اسپیکر! مسلم ممالک میں اگرچہ جو کسی سہولت نہیں ہو، جو ہر مسلمان کے لئے

ایک فریضہ ہے۔ تو پھر ہم اقلیت کیا امید رکھیں اس ملک میں۔ تو میں اس قرارداد کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔ اور گورنمنٹ سے اپیل کرتا ہوں کہ جو کسی سہولت دی جائے۔ اور اس میں سب سڑی دی جائے۔ تاکہ لوگ سہولت سے جو کریں، جو انکا ایک فریضہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:-

شکر یہ، جی زمرک خان صاحب۔

وزیر یحکمہ مزraعت و کاؤپریٹوں:-

اسپیکر صاحب! میں تو اپنے دوستوں کی اجازت سے ہمارے

سارے جو ٹریشری پیچزر کے بیٹھے ہوئے ہیں، پارلیمانی لیڈرز، ہمارے اصغر خان صاحب نے تو حمایت کی ہے۔ حقیقت میں بحیثیت ایک مسلمان، جو کہ وہ تو فرض ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ جی اگر کوئی جائے نہ جائے تو کچھ اس میں گنجائش ہے۔ جس کے پاس وہ ان کی وہ مالی حالت اتنی ہو کہ وہ جو کر سکے۔ تو اس پر فرض

ہوتا ہے۔ تو فرض کے لئے تو یہ بالکل صحیح ہے کہ میں نے خود جب یہ کچھ عرصہ پہلے جب اسکا calculation کیا کہ اتنے پیسے اسکے لئے جمع ہوتے ہیں، ساڑھے چار لاکھ تک۔ تو یہ تو یہ ہے کہ اس پر ایک پالیسی ایسی ہونی چاہیے کہ یہ غریب لوگ جو ہیں یہ جو حج پر جاتے ہیں، وہ اس قریب اندازی کے ذریعے جاتے ہیں۔ وہ اپنے کاغذات بینک میں جمع کرتے ہیں کہ سرکاری طریقے سے ہم حج کریں گے۔ تو ہمیں کچھ وہ پیسے بچت ہوں گے۔ ورنہ امیر لوگ تو آپ کو پتہ ہے وہ تو کوٹہ سسٹم ہے۔ جو ایک کاروبار بنایا ہوا ہے۔ اس پر بھی سوچنا چاہیے کہ کتنے کاروباری لوگ ہیں، میں خود گیا ہوں جو پرائیوٹ حج کے ذریعے یہاں تک ہے کہ میں، میں لاکھ تک بھی پیکچ ہے، پچیس لاکھ تک بھی پیکچ ہے، جو پانچ دن کے لئے، دس دن کے لئے جو صرف فرضیات ہیں انکو پورا کر کے واپس آتے ہیں۔ یہ حج کے لئے تو ایک کاروبار بھی لوگ کرتے ہیں۔ حالانکہ اس فریضہ پر کاروبار نہیں ہونا چاہیے۔ صرف لوگ اس طرح کرتے ہیں۔ دوسرا ملکوں میں یہ روانج بلکہ یہ پالیسیاں ہیں کہ وہ سب سڈی اس طرح دیتے ہیں کہ حکومت اپنی طرف سے بھی پیسے ان غریبوں کے لئے announce کرتے ہیں کہ جی ان کو حج کی سعادت حاصل ہو سکے۔ لیکن ہمارے ملک میں کچھ ایسی پالیسیاں بنی ہوئی ہیں جو بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ میں آپ کو اس کی ایک تفصیل بتاؤں، بہت بڑے بڑے ہمارے لیڈر ہوتے ہیں وہ اس میں ملوث ہیں۔ وہ اپنا حج کوٹہ لیتے ہیں۔ پانچ سو لوگوں کے، سو لوگوں کے، دو سو لوگوں کے اور پھر وہ ٹریول اینجنسیس پر بیچتے ہیں۔ آگے اس کی بھی مثال نہیں ہے ان کے ثبوت موجود ہیں یہاں پر۔ میں تو ان سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ لوگ کوٹہ سسٹم پر اپنے میں، میں لاکھ، پندرہ، پندرہ لاکھ وہ بھی غریبوں تک محدود رکھیں کہ غریب جا کے دہاں پر حج کی سعادت حاصل کر سکیں۔ یہ تو میں اپنی گورنمنٹ کی طرف سے یہ کہوں گا کہ ہم اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ اور بلکہ یہاں بلوچستان میں بھی ان جو پرائیویٹ اینجنسیاں ہیں جو لوگوں کو حج کے لئے بھیجتے ہیں ان سے بھی میں گزارش کر سکتا ہوں، request کر سکتا ہوں کہ وہ بھی ان غریبوں کے لئے ایک ایسا کوٹہ سسٹم رکھیں کہ معمولی سا وہ جو پیسے ہیں وہ کما سکیں۔ حالانکہ کراچی میں ایک کمپنی ہے میں آپ کو حقیقت بتاتا ہوں وہ announce کرتے ہیں۔ اپنے پاس جو وہ کوٹہ رکھتے ہیں، وہ آپ سے پانچ لاکھ روپے مثلاً لیتے ہیں اور اس پر جب وہ لوگوں کو صحیح ہیں جب ان کی بچت ہوتی ہے، تو وہ اخراجات تک ہیں۔ وہ اپنا ثواب کماتے ہیں کہ جی! میں ثواب کماوں گا اور لوگوں کو حج تک بھواؤں گا۔ جب اس پر خرچہ تین لاکھ آتا ہے، وہ دو لاکھ انکو واپس کر دیتے ہیں کہ جی ہم نے اتنے اخراجات کئے ہیں۔ اور اپنی طرف سے یہ سارے انتظامات آپ کے لئے کئے۔ اور ہم کوئی profit۔ جو loss and profit پر نہیں کرتے ہیں۔ ہمیں یہ دو لاکھ بچت ہو گئی ہے، یہ

و اپس کر دیتے ہیں۔ حالانکہ بلوچستان میں بھی ہم ان پرائیویٹ ایجنسیوں سے یہ گزارش کر سکتے ہیں کہ بھئی آپ ان لوگوں کا بھی خیال رکھیں جو غریب لوگ رہ جاتے ہیں۔ ان کے لئے کیا پالیسیاں ہیں۔ اور خاص کر بلوچستان حکومت اس قرارداد کو جو کہ انتہائی اہم قرارداد ہے، اس کو وفاق کے پاس اس طرح بھجوادیں کہ ہماری اگر ایک ٹیم بھی جائے، اسکے جا کے وہ حج و اوقاف کا منسٹروہاں پر بیٹھا ہوا ہے۔ ہمارے پاس کوئی اختیارات نہیں ہیں۔ وہاں سے ثناء صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ثناء صاحب کی سربراہی میں ہو۔ ہمارے حج و اوقاف کے منسٹر صاحب ہیں ان کے جو بھی یہاں بیٹھے ہوں، وہ جا کے ان سے بات کریں کہ بلوچستان میں غریب عوام بستے ہیں۔ وہاں پر اتنے بڑے بڑے سرمایہ دار نہیں ہیں جتنے سندھ میں ہیں۔ جتنے کہ آپ کے پنجاب میں ہیں بلکہ پشتوخوا میں ہیں، وہ بہت بڑے بڑے پیے والے ہوتے ہیں جو میں، میں، میں لاکھ بھی خرچ کر سکتے ہیں۔ ہمارے لوگ غریب لوگ ہیں۔ ان کے لئے اپیشل سبستڈی دی جائے۔ بلوچستان کے لئے ہم ایک پیغام لے آئیں چاہے وہ حج کے ذریعے ہو، چاہے کوئی بھی ذریعہ ہو۔ تو اس کے لئے اگر کوئی کمیٹی بھی ہو جائے کہ ان سے بات کریں حج منسٹر سے۔ وہاں ہر پارٹی کا پارلیمنٹی لیڈر بھی جائے۔ تو پھر بھی صحیح ہے۔ آپ اپنی طرف سے کوئی ایسی روشنگ اگر دے سکتے ہیں ہمارے سیکرٹری کے اس قانون میں ہو۔ تو ہم فیدرل سے بات کریں بلوچستان کے لئے خصوصاً پورے پاکستان کا ہم نہیں کر سکتے ہیں کہ بلوچستان کے عوام غریب عوام کے لئے ایک پیغام کے ذریعے ہمیں یہ سبستڈی دی جائے۔ اور ان غریبوں کے لئے حج کی سعادت مشکل نہیں بلکہ ایک آسان طریقہ بنایا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:-

شکریہ اچکزئی صاحب۔ آپ نے درست فرمایا۔ آیا قرارداد نمبر 35 منظور کی جائے؟۔ قرارداد منظور ہوئی۔

جناب ثناء بلوچ صاحب رکن اسمبلی آپ اپنی قرارداد نمبر 36 پیش کریں۔

شاعر اللہ بلوچ:-

شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ آج میری دو تین قراردادیں منظور ہو گئی ہیں۔

اگر تھوڑا کچھ زیادہ ہو گیا میں بول رہا ہوں۔ میں تھوڑی سی آپ کی اجازت چاہوں گا کہ اگر اس سولہ تاریخ کو

آپ اس کو رکھ دیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ آج ویسے بھی بہت سی قراردادوں پر ہم نے بحث بھی کی ہے، کوئی پانچ، چھ

قراردادیں منظور بھی ہوئی ہیں۔ سولہ تاریخ کیلئے اس کو رکھ دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- سولہ تاریخ کو سرکاری ہماری کارروائی ہوگی، جبکہ یہ غیر سرکارروائی ہے۔

شاعر اللہ بلوچ:- چلوا گلے کے لئے رکھ دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- اگلے کے لئے؟۔

شاء اللہ بلوچ:- اس کے بعد جو اجلاس آئے گا۔ سیکرٹری صاحب اس کے لئے اس کو رکھ دیں لیکن شکر یہ یہ جو آپ نے ایک تجویز دی ہے جناب اسپیکر صاحب کہ جو ہم نے گواہ آنکل ریفارمزی کے حوالے سے وہ قرارداد میں نے اب لکھی ہے۔ اگر وہ کہتے ہیں وہ میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ اگر وہ منظور ہو جائے۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں پڑھوں؟۔

وزیر یحکمہ زراعت و کوآپریٹوں:- آپ written دیکھ لیں، اگر اسکو next session کے لئے رکھ دیں تو ایسی جلدی نہیں ہے کہ ہم اسکو کر لیں۔ C.M. صاحب ہمارے آئینے گے اُن سے مشاورت کے بعد کر لیں گے۔ نہیں اس کا کوئی نہیں ہے۔

شاء اللہ بلوچ:- وہ سولہ تاریخ کو آئے گا، پھر اس کے بعد اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی زمرک صاحب۔

وزیر یحکمہ زراعت و کوآپریٹوں:- مشاورت کرنے میں مشاورت کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔

شاء اللہ بلوچ:- اس کے بعد فائدہ اس کا کب ہے میرے بھائی! نائم پر پیار! جب لوہا گرم ہے تو اس وقت ہو جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- اس کو ویسے سولہ تاریخ میں کر سکتے ہیں اگر منسٹران صاحبان آپ کے ساتھ agree ہو جائیں کہ اسکو گلی کے لئے وہ کر دیں۔

شاء اللہ بلوچ:- نہیں، بات یہ ہے سولہ تاریخ کو آپ کریں گے، یہ چھپے گا جناب والا! استرایا اٹھارہ کو۔ اس وقت وہ مہمان خاص بہاں سے پرواز کر چکا ہو گا بادشاہ۔ جی مجھے اعتراض نہیں ہے اگر آپ بلوچستان کے حوالے سے یہی ٹھیک ہے میں نے اتنی بات کرنی تھی کر دی ہے۔ اگر کرتے ہیں۔

وزیر یحکمہ زراعت و کوآپریٹوں:- سولہ کو لے آئیں گے۔

شاء اللہ بلوچ:- ٹھیک، ٹھیک ہے سولہ کو لے آئیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- مورخہ 11 فروری 2019ء کی اسمبلی نشست میں باضابطہ کلب شدہ تحریک التواء پر عالم بحث۔ جی زیرے صاحب۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر صاحب! تحریک التواء نمبر 01 چونکہ میری تحریک التواء تھی۔ جناب اسپیکر! اس بات کا بخوبی آپ کو علم ہے کہ آج ملک میں ایک خاص صورتحال ہے بالخصوص ہمارے عوام کے ساتھ، پشتون عوام کے ساتھ، آپ اٹھا کر دیکھ لیں کہ کراچی سے لیکر کے پھر آپ کا پورا فانا، وسطی پشتونخوا

، خیبر پختونخوا پھر یہاں پر جتنے بھی ہمارے علاقوں ہیں، یہاں پر آپ اٹھا کے دیکھیں گے تو ہر طرف ہمارے عوام کا لہو بھایا جا رہا ہے۔ کل ہی سنہ ۲۰۱۹ میں، لاڑکانہ میں تین پشتوں مزدوروں پر گولیاں چلانی گئی ہیں۔ تینوں بیچارے اُنکی شہادت ہوئی۔ جناب اسپیکر! 02 فروری 2019ء کو لورالائی میں ایک پُر امن احتجاج تھا۔ اور احتجاج بھی اس سے پہلے ڈی آئی جی آفس لورالائی میں وہاں المناک ساخنے ہوا ہشتنگر دی کا واقعہ ہوا۔ اس واقعے میں سات پولیس والے اور دو شہری شہید ہوئے جبکہ درجنوں وہاں پر زخمی ہوئے۔ اس ہشتنگر دی کے واقعے کے خلاف ظاہری بات ہے کہ عوام اُٹھیں گے، ایک جمہوری دور میں عوام کے پاس احتجاج کا پُر امن احتجاج کا راستہ، اس آئینے Constitution نے، اس آئین پاکستان نے ہمیں دی ہوئی ہے۔ اس آئین کے تحت یہ ملک قائم ہے۔ اس آئین کے تحت اس ملک کے ہم برابر کے شہری ہیں۔ آپ اگر آرٹیکل 28 سے لیکر کے آرٹیکل 28 تک پڑھیں گے ہر آرٹیکل میں ان 08 سے 28 تک ہر آرٹیکل میں واضح طور پر انسانی شرف، تحریر و تقریر کی آزادی، سیاسی پارٹی بنانے کی آزادی۔ یہ سب کچھ اس آئین میں درج ہے۔ اور ہم سب اس آئین کے پابند ہیں۔ اگر اس آئین کے ہم پابند نہیں ہوں گے ہم بھی پھر کوئی بھی کوئی قوم دوسری قوم کا کوئی صوبہ دوسرے صوبے کا وفاق صوبے کا کوئی ہم پر پابندی عائد نہیں ہوگی۔ اگر پابندی عائد ہے اس آئین کی پابندی عائد ہے۔ جناب اسپیکر! ایک پُر امن احتجاج تھا اور احتجاج بھی اس ہشتنگر دی کے واقعے کے خلاف تھا۔ 02 فروری کو احتجاج جاری تھا۔ اور ایک پُر امن احتجاج تین دن سے وہاں پر پشتوں تحفظ مودمنٹ کا تھا۔

(اس مرحلہ میں میڈم چیئرمین محترمہ شکیلہ نوید نور قادری صاحبہ نے اجلاس کی صدارت کی)۔

نصراللہ خان زیر یہے:- Welcome Madam Chairperson.

کا ایک پُر امن احتجاج تھا۔ اور ایک سال میں اس پشتوں تحفظ مودمنٹ کا آپ بتائیں کراچی سے لیکر کے کوئی تک، مردان سے لیکر کے وزیرستان تک۔ سو اس سے لیکر کے لاہور تک، ہزاروں، ہزاروں لوگوں کا جلسہ عام انہوں نے کیا۔ ایک بندے کو فقصان نہیں پہنچا۔ نہ کسی گاڑی کا کوئی شیشہ ٹوٹا ہے، ایک پُر امن احتجاج ہے۔ اور اُنکے پانچ مطالبے۔ جناب اسپیکر آپ یقین کریں کہ ملک کے تین چیف ایگزیکیویٹ، ایک عدیلہ کے چیف ایگزیکیویٹ، انہوں نے نقیب اللہ محسود اور پشتوں تحفظ مودمنٹ سے کہا کہ آپ کے مطالبات جائز ہیں۔ آج کے چیف ایگزیکیویٹ وقت کے تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان اُنکے دھرنے میں گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے پانچ نکات پاکستان کے آئین کے اندر ہیں۔ اُس وقت کے وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی نے کہا کہ آپ کے مطالبات پاکستان کے آئین کے اندر ہیں۔ اور even ملک کے

جناب Commander-in-Chief, Chief of Army Staff نے کہا کہ آپ کے مطالبات اس ملک کے آئینے کے framework میں ہیں۔ جب وہ آئین پاکستان کی دفاع، آئین پاکستان کے تحت وہ اپنے امن احتجاج کر رہے ہیں، پھر کیا ضرورت پڑی میڈم چیئر پر سن صاحب! کہ 2 فروری کو جب انہوں نے اپنا احتجاج ختم کیا۔ سب کچھ ختم ہوا۔ وہ جارہے تھے، اُس وقت پولیس والے ایک ASP صاحب، جو induct ہوا تھا کسی اور سروس سے، وہ police service میں induct ہوا اُس نے آ کر کے۔ وہاں بہت سارے لوگ کھڑے تھے کوئی خفیہ بات نہیں سر عام بازار میں انہوں نے کلاشنوف کے بٹ سے اُس پروفیسر کو، ارمان لونی کو بٹ سے اُن کو مارا۔ ظاہری بات ہے کہ جب آپ اس زور سے ماریں گے، جب آپ اسکو ایسا ایک خاص جگہ پر اسکے دل پر آپ ماریں گے، اُس کے سر کے اوپر head-injury ہو گی تو اس دوران پروفیسر ارمان لونی کی شہادت کا المناک واقعہ ہوتا ہے۔ میڈم چیئر پر سن! آج پھر جب اُس دن تحریک التواء میں پیش کر رہا تھا تو آپ ہی چیئر کر رہی تھی۔ اُس دن بھی میں نے آپ سے کہا تھا۔

محترمہ شکیلہ نوید نور قاضی (میڈم چیئر پر سن): زیرے صاحب! اذان ہو رہی ہے تھوڑا سا اذان کے لیے وقفہ لے لیتے ہیں۔

نصراللہ خان زیرے:- جزاک اللہ۔

میڈم چیئر پر سن:- جی زیرے صاحب۔

نصراللہ خان زیرے:- میڈم چیئر پر سن! اُس دن بھی میں نے آپ سے کہا تھا کہ بھی اُس درد کو آپ بخوبی سمجھ سکتی ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے۔ آپ کے خاوند کو شہید کیا گیا۔ تو یقیناً آپ خود سوچ سکتی ہو کہ کس طرح ایک جوان سالہ بیٹا جس نے بڑی غربت میں اُس نے تعلیم حاصل کی۔ اُس نے میٹرک، اُس نے ایف اے، بی اے، ایم اے پر ایئیٹ پاس کیا۔ اور اس سے پہلے وہ ایک عام مزدور کی حیثیت سے انہوں نے کام بھی کیا، اور پھر جا کر وہ پیلک سروس کمیشن میں انہوں نے امتحان پاس کیا مقابلے کا۔ اور جا کر کے وہ کالج میں ایک استاد کے طور پر ان کی تعیناتی ہوئی۔ ایک علم کے ایک خزانے کو، اُس کو بھایا گیا۔ اور افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے میڈم چیئر پر سن صاحب! کہ 2 فروری کو واقعہ ہو رہا ہے۔ اور آج آپ دیکھ رہی ہیں کہ آج 14 فروری ہے۔ آج تک F.I.R.chalk نہیں ہوا ہے۔ کیا یہ انسانی حقوق ہیں کہ ایک بندے کا قتل ہو جاتا ہے اور اسکا F.I.R. تک نہیں ہوتا؟ کیا یہ حکومت جو اپنے آپ کو کہہ رہی ہے کہ عوام کے دلوں سے آیا ہے۔ آج وہ وزیر اعلیٰ صاحب موجود ہیں، آج وزیر داخلہ صاحب موجود ہیں، چھ جماعتی حکومت ہے، مختلف سیاسی جمہوری

پارٹیاں اس حکومت میں شامل ہیں۔ کیا ایک پشتوں کا F.I.R بھی نہیں کاٹا جاتا؟۔ کس طرح آپ اس نوجوانوں کو مطمئن کریں گے؟۔ ٹھیک ہے بہت سارے ہمارے نوجوان شہید ہوئے ہیں۔ بہت ساروں کے F.I.R. ابھی تک نہیں کاٹے گئے ہیں۔ لیکن اس کا خیازہ بھکتنا پڑے گا، ایسا بھکتنیں گے کہ آپ پھر بغلہ دلش کو بھول جاؤ گے۔ بغلہ دلش ایک وقت ہمارا بازو تھا، بنگال تھا، مشرقی پاکستان تھا۔ لیکن ہمارے ملک کے اثرافیہ establishment کی بعد عملیوں کی وجہ سے آج ایک آزاد اور خود مختار ایک بغلہ دلش کی صورت میں ہمارے سامنے ہے کہ نہیں ہے؟۔ آج آپ میڈم چیئر پرسن! محمود الرحمن کمیشن کا رپورٹ پڑھیں۔ اور اس ایک سال میں، اس سے پہلے بھی آپ نے دیکھا کہ ہزاروں کی تعداد میں خاص کر خیبر پختونخوا، فاتا جو وسطی پختونخوا ہے، اُسکے عوام نے 80 ہزار لوگوں کی قربانی دی ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ D.P's ایجاد کیے۔ سو سو سے 40 لاکھ لوگ اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے، پورے آپ کے جو فٹا کا علاقہ ہے، سات ایجنسیاں اُس میں لا کھوں لوگ آج بھی ملک کے کونے کونے میں ڈر بدر کی ٹھوکریں کھارے ہیں۔ اور میڈم چیئر پرسن! ہمارے ہاں پشتوں میں کسی نے قتل کیا تھا۔ تو اُس نے بدلمہ لیا کوئی 40 سال کے بعد تو اُس سے کہا گیا ”کہ آپ نے بدلمینے میں بہت جلدی نہیں کی؟“۔ تو میڈم چیئر پرسن! ہمارے حکمران اس پشتوں عوام کا nature اب تک نہیں سمجھ سکے ہیں۔ جنہوں نے مغل ایمپائر کے خلاف اپنے سروں کی قربانی دی ہیں، انگریز کے خلاف تین جنگیں لڑی ہیں، تینوں میں انگریز کو شکست ہوئی ہیں۔ دوسری آپ نے 1879ء میں 16 ہزار انگریزی فوج کو مہمند، جلال آباد میں تدوین کیا گیا، ایک جزل برائینڈ بچا۔ اور 1931ء میں کہا گیا تھا علامہ اقبال نے، جسے ”شاعر مشرق“ کہا جاتا ہے، اُس نے کہا تھا کہ:

مِلْت افغان ڈر آن پیکرِ دل آسْت۔

از کشائے او کشائے آسیا۔

ہمارے حکمران علامہ اقبال کے اُس فلسفے کو بھی نہیں سمجھ رہے ہیں کہ اس ملت کے ساتھ ہم کیا کر رہے ہیں؟۔ نہیں سمجھیں، بھلنے ہیں سمجھیں۔ لیکن خیازہ بھکتنا پڑے گا آپ لوگوں کو۔ اس ایک سال میں نقیب اللہ محسود کی شہادت کا واقعہ ہوا، آج بھی نقیب اللہ محسود کا جو قاتل ہے، وہ اب تک کیفر کردار تک پہنچ نہیں سکا۔ ان کو، کوشش کی جا رہی ہے کہ انھیں اُس کیس سے بری کیا جائے۔ خیسوار کا واقعہ ہوا شمالی وزیرستان میں۔ ایک ایک واقعہ پشتوں عوام کے لیے کسی بڑے الیے سے کم نہیں ہیں۔ یہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج ٹھیک ہے ہمارے میڈیا ان کا ہمیں coverage نہیں دیں لیکن سب کچھ سو شل میڈیا پر آ رہا ہے۔ میڈم چیئر پرسن صاحبہ! میں کہتا ہوں کہ کسی

نے کیا خوب کہا ہے کہ یہ کس کا ہو ہے، کون مرا، پشتون پشتون مرا۔ ہر جگہ آپ اٹھائیں گے ہمارا ہو ہے گا۔ تو میڈم چیئر پر سن صاحبہ! میں حکومت سے کہوں گا کہ اب عقل سلیم کا یہ تقاضہ ہے، حکومت بیٹھی ہوئی ہے، ہمارے وزراء بیٹھے ہوئے ہیں، ایک واقعہ ہوا ہے، ایک پروفیسر کا قتل ہوا ہے، ایک روشن فکر کا قتل ہوا ہے۔ ایک پشتون کا قتل ہوا ہے کم از کم یہ ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے کہ اس کے F.I.R کو تودرج کی جائے۔ اور افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ لورالائی میں ڈی آئی جی آفس میں واقعہ ہوا کیا ملک کے صدر نے اور وزیر اعظم نے تعزیت اور مذمت تک نہیں کیا؟۔ یہ ملک ہے۔ ارمان لوٹی کا واقعہ ہوا۔ ملک کے صدر اور وزیر اعظم نے اور کسی ذمہ دار نے اس کے جا کر کے اسکے گھر میں تعزیت تک نہیں کی۔

میرضیاء اللہ لاغو (وزیر حکمہ داخلہ و قائمی امور اور پی ڈی ایم ہے) :- میں جواب دوں میڈم؟۔
میڈم چیئر پر سن :- آپ تشریف رکھیں۔

نصراللہ خان زیریے :- ابھی مجھے پتہ نہیں ہے کہ وزیر داخلہ صاحب کیا جواب دیں گے۔ لیکن جو جواب دیں گے میں سمجھتا ہوں کہ ایک positive جواب ہونی چاہیے۔ اور ایسا ہے کہ اس گھر کے جوان کا جس ماں کا لخت جگران سے جدا کیا گیا۔ جس باپ کے ایک تعلیم یافتہ بیٹے کو جدا کیا گیا۔ جس بہن کی جو پشتون سوسائٹی میں، وہ نکلی ہیں ”اوڑ انگلہ لوٹی“۔ اُس کے دل کو یہ حکومت ہر لحاظ سے انکے لیے ایسے جذبات کریں تاکہ نہ صرف انکا خاندان بلکہ تمام پشتون عوام میں انکے لیے اچھے جذبات ہوں۔ اگر وہ نیک جذبات کا اظہار نہیں کریں گے اگر وہ F.I.R درج نہیں کریں گے۔ اگر اس خاندان کا ہمارے عوام کا وہ دل جوئی نہیں کریں گے۔ یقیناً اس سے جذبات میں ایک ایسا لاوا پکتا جائے گا پھر آپ کو میڈم چیئر پر سن صاحبہ! جب آپ spring کو دیں گے۔ جتنا دبائیں گے، جب آپ ہاتھ اوپ کریں گے پھر وہ حالت کیا ہوگی۔ شاید وہ مجھ سے زیادہ بہت بہتر آپ جانتی ہوں گی۔ میں اس تحریک التواء کے حوالے سے یہی کہوں گا کہ صوبائی حکومت فی الفور درج کرے، جو لوگ ملوث ہیں انھیں گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچائیں، جو خاندان ہے، جو متاثرہ خاندان ہے، پروفیسر ارمان لوٹی کا، اُن سے اظہار ہمدردی کریں۔ اُن کی ہر طرح مدد و تعاون کریں۔ تاکہ اُن کے بچے جو پڑھ رہے تھے، جو انکی بیٹیاں جواب بھی پڑھ رہی ہیں، اُنکا حکومتی سطح پر اُن کی مدد ہو۔ شکر یہ میڈم چیئر پر سن صاحبہ۔

میڈم چیئر پر سن :- thank you۔ جی۔ اکبر صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل :- یہ جو تحریک ہیں ایک جیسے ہیں تو ان کو ایک کیا جائے میرے خیال میں بہتر ہے۔

میڈم چیئرپرنسن:- جی پہلے کلب کیا گیا تھا تحریک الٹا نمبر 1 اور نمبر 2 دونوں کو کلب کیتے گئے تھے، جی جی اصغر خان صاحب:-

اصغر خان اچھزئی:- شکریہ، یقیناً میڈم چیئرپرنسن! اور الائی میں پے ڈر پے جس طرح کے واقعات ہوئے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ آج تک اور الائی کے دوستوں سے، ساتھیوں سے حال و احوال ہوتا ہے تو ایک کرب جیسی صورتحال ہے۔ ایک خوف جیسا ماحول ہے۔ پے ڈر پے ان واقعات کی وجہ سے جو پہلے اور الائی کینٹ میں واقعہ ہوا، پھر اس کے بعد ڈی آئی جی آفس میں واقعہ ہوا۔ اور پھر آخر میں ابرا ہیم عرف ارمان لوپی پروفیسر شہید کا واقعہ ہوا۔ تو یقیناً ایسی صورتحال جب پیدا ہو جاتی ہے تو وقت اور حالات کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ ہر مکتبہ فکر سنجیدگی سے اس طرح کے معاملات کو حل کرنے کا سوچیں۔ ابھی یہاں پر میرے دوست نے اس پر بات کی میں نہیں چاہتا تھا کہ میں پھچلی حکومتوں کا پھر حوالہ دے دوں، میں اسی topic پر بات کرنا چاہتا تھا کہ میں اسی topic پر بات کروں جو میرے ذہن میں ہے۔ وہ جو میرے خیال میں ہے، جس کو میں سنجیدہ اقدامات سمجھتا ہوں شاید میں غلط ہوں۔ میں اس پر بات کرتا لیکن جب آپ کے ساتھی آپ کے دوست آپ کے حکومت کا حوالہ دیں اور پھر 6 جماعتی حکومت کا حوالہ دیں تو یقیناً پھر ہمیں بھی ایک منٹ زیادہ لے کر ماضی میں ہمیں جانا پڑتا ہے میڈم چیئرپرنسن! تقریباً اس طرح کے انتہائی دخراش واقعہ۔ اس واقعہ پر بھی میں بات کرتا ہوں لیکن جب حکومت کی بات آئی تو میں پھر پھچلی حکومت کے حوالے سے تھوڑی بات کروں گا۔ اس سے بڑھ کر اسی طرح کا، مطلب اس میں کوئی بڑھ کریا اونچ نہ نہیں ہے، ہر اس طرح کا واقعہ اس گھر پر اسی طرح ہوتا ہے جس طرح آج ارمان کے گھر پر ہے۔ 8 اگست کا ایک واقعہ ہوا یہاں پر میڈم چیئرپرنسن۔ اس میں میں یہ کہوں کہ ہم بحیثیت صوبہ تباہی کے دہانے پر پہنچ گئے ہیں۔ پورے صوبہ کی cream یعنی اسکا میں خود بھی شکار ہوں میرا اپنا بھائی اگر میں اپنے بھائی کا مثال یہاں پیش کروں کہ اس کو ہم نے ایم فل تک پڑھایا سب کچھ کر کے سپریم کورٹ کا اسکا ایک ڈیڑھ مہینے میں لائسنس ملنا تھا تو اس وقت ہمارے آج کے سارے یہ بجز ہوتے میں داؤ دجان کا سی کا نام لے لوں میں باز محمد کا کٹر کا نام لے لوں قاہر شاہ کا نام لے لوں۔ میں کس کس کا نام لے لوں اپنے بلوج بھاپیوں میں سے کس کس کا نام لے لوں یعنی ایک ایسا واقعہ جو ہمیں تاریک رات کے اس سفر پر لے گئی کہ شاید اس سے نکلا ہمارے لیئے کافی عرصہ مزید بھی مانگیں لیکن ہمارے اس وقت کی حکومت کی سنجیدگی کو آپ دیکھ لیں میرے خیال میں تاریخ میں یہ باتیں میں اکثر و پیشتر جلسوں میں بھی دوہرата ہوں میرے خیال میں اس 2016ء کو وہ اگست کا مہینہ ہمیں ابطور ایک طرح سے ہمیں پورے ایک مہینے کے لئے ایک

سوگ کا اعلان کر دیئے۔ لیکن اُس وقت کی حکومت جو اُس وقت کے حکومت یہ کہتی تھی کہ ہم فرزند بلوچستان ہیں ہم بلوچ پشتوں بیلٹ کے وہ لوگ ہیں کہ تاریخ صدیوں سے تاریخی لحاظ سے اس صوبہ کی مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں لیکن وہ رات ہم آج تک نہیں بھولے ہیں کہ اگست 2016ء کو یہ واقعہ ہوا ہمارے اردو گردقا لین بھی ہوئی تھی جس پر ہمارے اُس وقت کے شہداء کے لواحقین فاتح خوانی پر بیٹھے تھے۔ وہ رات 14 اگست کی کس طرح منائی گئی اور اُس وقت کی اس صوبہ کی قد آور لیڈر شپ میں ایک سے بڑھ کر ایک آگے جانے کی کوشش میں صح سے شام تک قومی ترانے سنتے بیٹھے رہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور میں کیا کہوں میڈم چیئر پر سن کہ پھر اُسی میں 19 اگست کو جو کچھ ہوا کہ ہم اُسی طرح سے ماتم میں تھے اور اُس سے بڑھ کر میں کیا کہوں ہم تو آج بھی بول رہے ہیں میں کیا ہوں حکومت سمجھیں عوامی یونیشن پارٹی سمجھیں میں ارمان لونی کے گھر پر گیا ہوں۔ جو کچھ مجھ سے ایک انسانیت کی خاطر ایک پشتوں کی خاطر ایک مسلمان کی خاطر یا اُس گھر کی اُس درد اور دکھ کو دیکھتے ہوئے اُس خاطر میں ہم سے جو دل جوئی ہو سکتی تھی۔ شاید ہمیں بہت کچھ کرنا چاہیئے لیکن اپنی بساط کے مطابق ہم وہاں حاضری کر کے جو کچھ دیا ہے شاید دنیا کو پہنچ ہو گی یا نہیں۔ اسی طرح میں اگر یہ کہوں مجھے دوستوں نے کہا ہے باقیں کرتے ہوئے لوگوں کے دکھ اور درد کو ہم ختم نہیں کر سکتے ہیں میں اگر یہ کہوں کہ میں واحد شاید حکومت کی جانب سے پہلا بندہ تھا کہ میں شہدائے پولیس لورالائی کے فاتح خوانی پر بھی گیا جو کچھ ہم سے ہو سکتا تھا وہاں پر حکومتی لحاظ سے انسانیت کے لحاظ سے روایتی لحاظ سے پشتوں ولی کے ناطے جو بھی نام آپ اُسکو دیتے ہو ہم نے جا کر کے وہاں کیا۔ لیکن 08 اگست کے جب واقعہ پر میڈم چیئر پر سن پورے بلوچستان نے بے یک آواز ایک مطالباہ کیا کہ اس کی جو ڈیشنل کمیشن کے ذریعے سے تحقیقات ہونی چاہئے۔ تو جب فیصلہ ہوا کہ جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی صدارت میں اُس کی سربراہی میں ایک کمیشن بنی۔ وہ کمیشن یہاں آ کے مہینوں لگا کے بیٹھا تھوڑی بہت اُس نے کوتا ہیوں کی نشاندہی کی اور وہ رپورٹ جب قاضی فائز عیسیٰ نے رپورٹ submit کی سپریم کورٹ میں ہمارے اُس وقت کے صوبائی حکومت نے اُس رپورٹ کے خلاف جا کر کے اپیل کی۔ لتنے افسوس کی بات ہے۔

شرم کی بات ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اُن شہدائی بیویوں کے زخمیوں پر مر ہم رکھتے ہم نے کیا کیا ہم نے اُس رپورٹ کو بھی سپریم کورٹ میں چیلنج کیا اُس وقت کی صوبائی حکومت اور اُس وقت کی فیڈرل انیمیرینسٹر چوہدری ثار نے کہا کہ ہمارے اوپر یہ جو کچھ کہا گیا ہے ایک سپریم کورٹ کے نج کے اُس انکو اڑی کمیشن کو چیلنج کیا۔ صرف یہ نہیں ہوا میڈم چیئر پر سن ہمارے اُس کل کے حکومت کے وقت میں۔ دن دیہاڑے، کھڈگوچ، مستونگ پر بسوں کو کھڑی کر کے ایک ایک کو اُتار کر کے لوگوں کو مار دیئے گئے۔ جنازے پورے پشتوں بیلٹ میں بھیج دیئے

گئے یا قلعہ سیف اللہ میں لوگ فاتحہ پر بیٹھے یا قلعہ عبداللہ اور پیشین میں لوگ فاتحہ پر بیٹھے چونکہ بیسیں اس طرف کی تھیں۔ فاتحوں میں جانے پر اس وقت کی حکومت ڈرموس کرتی تھی۔ اور اس سے بڑھ کر تی ٹی سی سینٹر میں لوگ داخل ہو کر کے لوگوں کو گولیوں سے ذبح کر دیا گیا ہمارے محافظوں کو ذبح کر دیا گیا حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی اُس وقت کی۔ ہم آج بھی کہتے ہیں میڈم چیئر پرسن ہم حکومت میں آج ہیں تو بھی اس پر گھل کر بات کریں گے ہم آج حکومت میں ہیں تو بھی اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لئے بات کرتے ہوئے دنیا کو نظر آئیں گے۔ اس سلسلے میں کچھ بھی ہو جائے ہمیں کوئی ڈراور خوف نہیں ہے لیکن دو ہر امعیار نہیں ہوئی چاہیے۔ کہ جب میں حکومت میں ہوں تو میں ہر ظلم پر آنکھیں بند کر کے کھوں کہ سب کچھ ٹھیک ہے اور جب میں اپوزیشن میں بیٹھ جاؤں تو مجھے ایک ایک سے بڑھ کر ایک مسئلے کو مطلب حکومت وقت کا ایک طرح سے ذمہ داری فرار دینا یہ میرے خیال میں مناسب نہیں ہے میڈم چیئر پرسن۔ ہمیں سب سے پہلے اپنی گریبان میں جھانک کر کے دیکھنا چاہیے کہ ہارے ہوتے ہوئے یہاں پر کیا کچھ نہیں ہوا۔ ہم چیختے چل آ رہے ہیں میڈم اسپیکر بحیثیت قوم ہمارے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا۔ جب یہاں پر انہتائی پسندی اور دہشتگردی کی جنگ کی بنیاد رکھی گئی تو ہمارے بزرگوں نے کہا با چا خان نے کہا خان عبدالولی خان نے کہا کہ یہ جنگ ہماری نہیں ہے ہم خوار ہوں گے یہ جنگ کسی اور کے مفادات میں جائیں گے لیکن یہاں پر کسی نے کہا کہ یہ اسلام دشمن ہے کسی نے کہا یہ ماں کوکے ایجنت ہیں کسی نے کہا کہ یہ فلاں کے ایجنت ہیں اور اس on the record آپ کے سامنے سب سے پہلا شہید اُس وقت کے 50 called جس کو جہاد کہا گیا ارباب سکندر خلیل ہمارے گورنر پیشونخوا ہو گئے سب سے پہلے شکار۔ جب خان عبدالولی خان نے کہا کہ یہ جنگ ہمیں لے ڈوبے گی۔ اس بات کی سزا کے طور پر ارباب سکندر خلیل شہید ہوئے پھر اسکے بعد سے جب وقت گزرتا گیا حالات و واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ جنگ کفر اور اسلام کی نہیں ہے تو جب پرویز مشرف آیا تو پیشون اس کھاتے میں پستے گئے کہ یہ تو دہشتگرد ہیں۔ اس کی تو شکلیں دہشتگردوں سے ملتی جلتی ہیں اس کے چہرے پر داڑھی کیوں ہے اس کا لباس اس کی گڑھی۔ تو اس وقت کے ڈلٹیز جزل مشرف نے پورے دنیا میں ڈھنڈو راپٹا کر انگلی حلیے ان کی شکلیں ان کی صورتیں ان سے ملتی جلتی ہیں یہ طالب اور پیشون میں ہمیں فرق محسوس نہیں ہوتا ہے۔ پھر ہم مار کھاتے ہیں۔ اس بنیاد پر اس کو مارا اُس کو اٹھایا اور آج یہ کیسے ہم جنگ سے گزر رہے ہیں۔ آج ہمارے اوپر پھر یہ الزم ہے کہ خدا نخواستہ یہ ملک دشمن۔ ہمارے ہر ایک کردار کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ہم آج بھی یہ کہتے ہیں چاہے ہم حکومت میں ہوں چاہے اپوزیشن میں ہوں ہمیں ہوش کے ناخن لینے چاہیے خدا گواہ ہے میڈم چیئر پرسن اُس جنگ جس جنگ کا محک اور اس جنگ کا جس کو ہم

نے کیا کچھ نہیں کہا آج وہ ماسکو میں مذاکرات ہو رہے ہیں اس خطہ میں امریکہ یہاں سے نکلتے ہوئے ہمارے لئے جنت جیسا ماحدل چھوڑ کر کے نہیں جائے گا وہ ہمیں ایک نئی جنگ میں ڈالنے کی سوچ رہے ہیں۔ یہاں پر کچھ اور سوچا جا رہا ہے تو جب ہمارے ارد گرد ماحدل یہ ہے صورتحال یہ ہے کہ ہمارے سر پر جنگ اور جھگڑے کی ایک کچھ اور قسم کی باتیں منڈلا رہے ہیں تو ہمیں ان حالات میں ہوش کے ناخن لینے چاہیے ایک غیر مسلح شخص ایک غیر مسلح گروہ جو بیٹھی ہوئی ہو وہ اپنی مطالبات کے لئے اُسکے ساتھ اگر اس طرح کارو یہ اپنایا جائے گا جس طرح ایک ایک کو مل رہا ہے تو میڈم چیئر پر سن تو لوگ اس سے آگے جا کر کے کیا کریں گے ہم نے پہلے ہی دن کہا تھا بلکہ پہلے ہی دن جام صاحب نے اس واقعہ کا خود نوٹ لیا تھا ہم اُس وقت سبی میں تھے جام صاحب نے اس کا نوٹ لیا پھر تحریک التواہ میں ہم نے یہی بات کی ہے اور آج بھی میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کی ایک ایسی غیر جانبدارانہ تحقیقات ہوئی چاہیے کہ جس سے نہ صرف ارمان لوئی کے خاندان کو تسلیم ملے اُن کے اس سے جو لا وہ پڑھا ہے اس کو انٹریشنل دنیا نے جس طریقے سے اٹھایا ہے اور خداخواستہ ہمارے کل کے مستقبل پر اس کے منفی اثرات جو مرتب ہو سکتی ہے ان سب چیزوں کو منظر رکھتے ہوئے ہمیں کچھ اس طرح اقدامات اور فیصلے کرنے چاہیے کہ ہم ان سب کے اوپر پانی ڈال سکیں۔ ہم اس لاوے کو واپس زمین تک لے جانے میں کامیاب ہو جائیں اور خداخواستہ اگر اس کی آڑ میں، ہمیں ہر دوسرا بندہ اس پر بات کرتے ہوئے ملک دشمن نظر آئے۔ اس ملک کا جیسے کہ میں نے کہا کہ ہماری پوری زندگی اس میں گزری ہے۔ کہ ہم میں سے کسی کو نہیں بخشنا گیا ہے حقیقت میں ہم نے ایسی کوئی بات نہ ماضی میں کی ہے اور نہ آج کرتے ہیں نہ کریں گے جو خداخواستہ کسی کی دشمنی کی زمرے میں آتے ہوں۔ جب ہم حق کی بات کرتے ہیں ہم صاف گوئی کی بات کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ سسٹم کو اس طرح سے نہیں چلایا جاتا ہے اگر سسٹم کو اس طرح اگر چلا کیں گے تو کل کے مستقبل میں خداخواستہ اس طرح کے نقصانات اٹھائے ہیں۔ تو آج جس طرح یہ واقعہ ہمارے سامنے ہے تو یہ ایک پروفیسر کا اس کے خاندان کا ولی وارث مالی لحاظ سے سب کچھ بھی تھا۔ تو آج کے دن خداخواستہ اگر ہم اس فلور سے بجائے اس کے کہ ہم اس کی تسلی اور تسلیم کے اس کے خاندان کے لئے کچھ ایسے اقدامات کر جائیں کہ ان کو تسلی ہو جائے کچھ اس طرح کے اقدامات کریں کہ خداخواستہ دل برداشتہ ہو جائیں اور غم اور دکھ سے دوچار ہو جائیں تو میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔ ہم نے اُس دن بھی بات کی ہے کہ ہائی کورٹ کی نج کی سربراہی میں جو ڈیشل ایک ایسی انکوارری ہوئی چاہیے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ ہمیں خواہ خواہ کسی کی غلطی پر پردہ نہیں ڈالنی چاہیے اور نہ خداخواستہ ہمیں کسی اسی طرح کے بندے کی نوکری کو اس ملک کو اس ریاست کے کل کے مستقبل سے

جوڑنا چاہیئے کہ اگر اس کے ساتھ کچھ ہوا تو خدا نو استہ مملکت خداداد پاکستان کا کیا ہوگا۔ جس طرح دنیا نے دیکھا کہ پردہ ڈالنے کی ہم نے کافی کوشش کی کہ راؤ انوار نے کچھ نہیں کیا لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ راؤ انوار اُس واقعہ کا سب سے بڑا ملزم تھا مجرم ایک طرح سے ثابت ہوا۔ اور کس طریقے سے ابھی ان گواہوں کو ابھی مخفف کیا جا رہا ہے یہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ لیکن ایک راؤ انوار کی ایک واقعہ کی وجہ سے آج ہم کیا کچھ کو دیکھنے کو نہیں نہیں مل رہا ہے۔ اور کل اگر ہم اسی طریقے سے mishandle کریں گے ابراہیم شہید کے واقعے کو تو آپ۔ بتا دیں میڈیم چیئر پرسن تو کیا ہوگا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم سب ایک ہیں، ہم اس وہتری کے رہنے والے۔ دنیا جہاں کی کوئی آسائش دنیا جہاں کی کوئی attraction دنیا جہاں کی کوئی مفادات مجھے اپنے سرزیں سے اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا ہے۔ میں جس سرزی میں پرہ رہا ہوں اس سرزی میں کامیں ماک آج سے نہیں ہوں بلکہ میرے آبا و اجداد ہزاروں سال سے ہوں تو کیا میں اپنی اس مٹی کو جس کو میں اپنی آبا و اجداد کی ہڈی سمجھتا ہوں تو کیا اس کو چھوڑ کے یا کسی اور کے مفادات کے نزد رہ جاؤ۔ تو یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ جب ہمارا جینا مرنا اپنی سرزی میں اور اپنے لوگوں کے ساتھ ہے۔ میڈیم چیئر پرسن جیسے میں نے کہا کہ اگر مجھے دنیا جہاں کی آسائشیں اور مفادات دلائی جائیں میں اپنے ایک گاؤں اپنے آبا و اجداد کی اس سرزی میں کوچھ من جو مردہ کاریز کھلایا جاتا ہے تو میں دنیا کے کسی بھی چیز کے لئے قربان نہیں کروں گا۔ کیونکہ اس چیز کی حیثیت اس چیز کی مفادات کی اہمیت میرے رگوں میں ہیں۔ تو پھر جب ہم اس صورتحال میں ہر ایک چیز اس خطے کے اس مٹی کے ساتھ وابستہ کرنے کا سوچ رہے ہیں تو پھر لوگوں کو اپنی غلط پالیسیوں کی وجہ سے جس طرح سے ہم نے ماضی میں کیے ہیں۔ میڈیم چیئر پرسن میں آخری بات آپ کے گوش نزار کرانا چاہتا ہوں کہ باچا خان نے 1979ء میں کہا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ فساد ہے اور ہمارے آج کے جزل نے رد الفساد کے نام سے آپریشن شروع کیا تو کاش اگر اس چیز کو 1979ء میں روکا جاتا تو آج نہ ہم در بری کا شکار ہوتے نہ ہم سانحہ 80 اگست سے دوچار ہوتے۔ نہ آج اس طرح کے دوسرے واقعات سے ہم دوچار ہوتے۔ تو اس طرح کے واقعات میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ نہیں ہونا چاہیئے کہ اصغر نے جو کچھ کہا ابھی ہم اس سے بڑھ کر کے آگے اس سے کچھ کہیں گے ہمیں اپنی غلطیوں کا بھی احساس کرنا چاہیئے اور یہ ایک بات میں پھر کہہ رہا ہوں کہ چاہے ہم حکومت میں ہوں چاہے ہم اپوزیشن میں ہوں جہاں پر کوئی چیز غلط محسوس ہونے لگے تو ہمیں اس غلطی کی نشاندہی کرنی چاہیئے۔ اور اگر ہم سے اگر جہاں پر کوئی غلطی ہم سے ہو تو اسے غلطی تسلیم کرنا چاہیئے۔ اس کا احترام کرنا چاہیئے۔ جیسے کہ میں نے پہلے کہا کہ 80 اگست جیسے واقعے پر جو کل کی حکومت نے جو کردار ادا کیا یہ تو قوم ہے بولتی ہے اگر اس قوم کی کم از کم کل کے حوالے سے

یادداشت مضبوط ہوتے تو میرا ایمان ہے کہ ان لوگوں کو اس وقت کی حکومت کو اس یہ قوم زندگی بھر سلام نہیں ڈالتا کہ جو کچھ اس نے کیا سپریم کورٹ تک 14 اگست کی تاریخ تک 19 اگست کی تاریخ تک جو کچھ ہوا اس وقت کی قیادت نے اس وقت کی حکومت کی قیادت نے جو کچھ کیا وہ ہمارے سامنے ہے سو شل میدیا پر آج تک وہ تصاویر ہمارے سامنے ہیں لیکن انشاء اللہ ہم تاریخ میں اپنے ماتھے پروہ داخ نہیں چھوڑیں گے کہ کل ہم اس قوم کے مجرم کھلائے جائیں ہم بات کریں گے کھل کے کریں گے اور خواہش اور کوشش ہماری یہ ہو گی کہ ہر اس مظلوم کو انصاف ملے ہر اس ظالم کے ہاتھ کو روکا جائے۔ تب ہم اس نظام کو چلانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ آخر میں میں پھر ایک مرتبہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ہائی کورٹ کے ایک نجح کی سربراہی میں اس واقعہ کی اصل حقیقت تک پہنچنے کے لئے قیام عمل میں لا یا جائے ایک کمیشن کا کہ جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے۔ میں ایک دفعہ پھر شہدائے پولیس کو لورالائی کے ارمان لوٹی کو آج کی اس فلور سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور request یہی ہے اور خواہش یہی ہے کہ شاید ہمارے پاس کل یہ وقت نہیں ہو کہ پھر ہم سوچیں پھر ہم اس۔ کیونکہ ہمارے ار گرد جو ماحول پیدا کیا جا رہا ہے مزید ہمیں دھشتگردی انتہاء پسندی اور تقسیم در تقسیم ایک ایسے کھاتے میں لے جانے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں کل خدا نخواستہ ہم بہت کچھ کرنا چاہیں لیکن شاید ہم کرنے نہیں پائیں۔ Thank you Madam.

نور محمد دو مر (وزیر مکملہ و اسا اور پیلک ہیلتھ انجینئرنگ) :- میڈم چیئر پرسن! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے؟۔

میڈم چیئر پرسن :- جی دو مر صاحب۔

وزیر مکملہ و اسا اور پیلک ہیلتھ انجینئرنگ :- میڈم چیئر پرسن! شکریہ۔ تحریک التواء لورالائی کے واقعہ پر بڑی مفصل سی بات کی گئی ہے۔ میں بھی اس حوالے سے کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔ لورالائی میں پر درپے جس طرح کے یہ واقعات ہوئے ہیں یقیناً ایک سیدھا سادہ واقعہ نہیں ہے۔ اس واقعہ کو میں کہتا ہوں یہ ایک سمجھیدہ واقعہ ہے۔ پروفیسر ارمان لوٹی کا واقعہ اس طرح کے واقعات پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی بار نہیں۔ اس طرح کے واقعات سے پاکستان کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ لیکن اس کے reaction میں جو کچھ ہوا۔ میں تو بذات خود ایک فرد کی حیثیت سے اسکو بڑا سمجھیدگی سے دیکھ رہا ہوں بلکہ ساتھ ساتھ میں ان کو ایک سازش قرار دے رہا ہوں۔ وہ اس لئے جس طرح ہمارے دوستوں نے اصغر خان نے بات کی ہے۔ کچھی حکومتوں میں بھی اس طرح کے واقعات ہوتے چل آ رہے ہیں۔ پھر آج کل کے ماحول میں اس حکومت میں بھی یہ پہلا واقعہ نہیں ہے۔ ساہبوں میں اسی طرح کا ایک واقعہ ہوا۔ لیکن یہ واقعہ جو ارمان لوٹی کا واقعہ ہے۔ یقیناً ارمان لوٹی میرے تحصیل سنگاوی کے رہنے

والے تھے۔ وہ یہاں سے چھوٹا بڑا ہوا۔ وہ یہاں سے پڑھ کے آگے پروفیسر کے لیول تک پہنچ گیا۔ ان کا سارا ہستری مجھے معلوم ہے۔ یقیناً ایک غریب خاندان سے اُنکا تعلق ہے۔ اُن کی موت یقیناً اُن کی خاندان کیلئے ایک بڑے دُکھ اور ایک بڑے صدمہ کا باعث بنا ہے۔ لیکن ایک بات ہے وہ جس طرح انکو اُری چل رہی ہے۔ ہمارے چیف منٹر صاحب نے روزِ اول سے اس کاختی سے نوٹس لے لیا ہے۔ بلکہ اُسی وقت اُس نے انکو اُری کمیٹی مقرر کی۔ اور اس کی روپرٹ طلب کی ہے۔ لیکن پھر کیا ضرورت۔ ایک پولیس کا واقعہ، one man police وہ بھی وہاں کے مقامی باشندہ ہے۔ وہ نہ بلوچ ہے، وہ نہ پنجابی ہے اور وہ نہ کوئی باہر کا کوئی بندہ آیا ہے۔ ہر نائی کا رہنے والا ہے، ترین ہے۔ ایک پولیس اور ایک ارمان لوئی کا واقعہ۔ ابھی تک تھوڑا سا وہاں پر confusion ہے۔ میڈیا میکل روپرٹ آگیا۔ مزید روپرٹ آجائیں گے۔ ابھی تک کوئی ایسے شاہد سامنے نہیں آئے۔ لورلائی کے شہر میں جو main city شہر ہے وہاں پر جو واقعہ ہوا۔ یہ تھصیل روڈ پر ہوا، وہ بھرا ہوا ہوتا ہے لوگوں سے۔ کوئی عینی شاہد آج تک نہیں آیا۔ ”میں نے بذاتِ خود دیکھ لیا کہ یہ واقعہ اس طرح ہوا ہے“۔ بہر حال جو کچھ ہوا، بڑی دُکھ کی بات ہے۔ ایک جوان تھا، ایک پروفیسر تھا۔ ان کی انکو اُری تو impartial inquiry ہونی چاہیے۔ چاہے جو دیشل انکو اُری ہو، چاہے کمیٹی کے ذریعے انکو اُری ہوتی ہے، تو ہونی چاہیے۔ لیکن میں تو کہتا ہوں کہ اس واقعہ کے reaction میں جو کچھ ہوا، اس کے خلاف بھی ایک ان کے انکو اُری کیلئے بھی ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ وہ اس لئے واقعہ یہ پہلا نہیں ہے، واقعات بہت سے ہوئے ہیں۔ ہماری 70 وکلاء جن میں اکثریت پشتوان برادری کی تھی۔ ہمارے پشتوں کی cream تھی۔ تقریباً ہر گھر کو ایک ایک جنازہ چلا گیا۔ لیکن اُسکے reaction میں نہ اُس وقت کے حکمرانوں نے، نہ اُس وقت کے قوم پرست پارٹی نے، جو آج کل سیاسی پوائنٹ سکورنگ کر رہے ہیں، ایک ارمان لوئی کی شہادت پر۔ وہ ایک ارمان لوئی نہیں تھا، وہ 70 ارمان لوئی تھے۔۔۔ (ماغلہت)

نصراللہ خان زیرے:- چیئر پرسن صاحبہ! نہ کوئی پوائنٹ سکورنگ ہو رہی ہے۔ وزیر صاحب صفائی پیش نہیں کریں۔ نہ ہم سکورنگ کر رہے ہیں ایک واقعہ ہوا ہے ایک پروفیسر کی شہادت ہوئی ہے جو کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوا ہے۔ یہ اس میں کوئی پوائنٹ سکورنگ نہیں ہے۔ جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں اُس کے حوالے سے سب کو پتہ ہے۔

میڈیم چیئر پرسن:- زیرے صاحب! اُن کی بات ختم ہونے دیں۔ زیرے صاحب! وہ اپنی بات ختم کر رہے ہیں۔

نصراللہ خان زیرے:- وہ اپنی بات کریں۔ آپ FIR کر سکتے ہو کہ نہیں کر سکتے ہو؟۔ آپ لوگوں میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ جتنے بھی آپ بڑے بڑے دعوے کر رہے ہو۔ آج آپ، آنے والے دس دنوں میں آپ کو دیکھا جائیگا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی مثال دی گئی۔ ارمان لوٹی کی شہادت کا واقعہ پر۔ آپ اپنی بات کریں۔

میڈم چیئرمین:- زیرے صاحب! آپ ذرا انکو سنیں۔

وزیر یحکمہ و اسا اور پیک ہیلتھ انجینئرنگ:- لیکن یہ ہے کہ ماضی میں جانا پڑے گا۔ دوسروں کی لاش پر سیاست کرنا۔ اس کو ہم سنجیدہ لیتے ہیں، یہ غیر سنجیدہ بات نہیں ہے۔ 70 دکلاء ہمارے شہید ہو گئے۔ وہ سارے پشتون ہی برادری کے تھے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔۔۔ (مداخلت)

میڈم چیئرمین:- زیرے صاحب! اور دو مر صاحب! آپ بھی بیٹھ جائیں۔ دو مر صاحب آپ بیٹھ جائیں۔ وزیر داخلہ صاحب! سب سن لیتے ہیں۔ دو مر صاحب! بحث نہیں کریں، آپ بیٹھ جائیں۔ وزیر داخلہ صاحب صفائی خود دے دیں گے۔ آپ please بیٹھ جائیں۔

وزیر یحکمہ و اسا اور پیک ہیلتھ انجینئرنگ:- میڈم چیئرمین! میں نے ان کو سن لیا۔ پشتون کی میں بھی نہائندگی کر رہا ہوں۔ میں ایک بڑے حلقت سے میں نے 21 ہزار روٹ لئے ہیں۔ میں بھی پشتون ہوں۔ مجھ سے کوئی غیرت مند پشتون بھی پیدا ہو گا۔ لیکن حقیقت میں جانا چاہیے۔

میڈم چیئرمین:- دو مر صاحب! controversial please میں نہیں بولیں۔ ضیاء صاحب! دیکھیں محرکین نے اپنی تحریک التوانہ برائیک اور دو پیش کر دی ہے۔

وزیر یحکمہ زراعت و آپریٹو:- جو بھی تحریک التوانہ آتی ہے۔ اس پر ہر مر برات کر سکتا ہے۔ جب کوئی بات کرتا ہے اس کی باتوں میں کسی نے مداخلت نہیں کی۔ اس کی باتوں کو بھی سننا چاہیے۔۔۔ (مداخلت) کسی کی کوئی سوچ ہو۔ وہ اپنی سوچ کے مطابق بات کر سکتا ہے۔ کوئی اس طرح نہیں کر سکتا جو ہوم فنڈر ہے، وہ آخر میں بات کرے گا۔ اگر یہاں پر کوئی اور بھی بات کرنا چاہتا ہے۔ چاہے وہ اپوزیشن سے ہو، چاہے وہ ٹریڈری بینچوں سے ہو۔ سب بات کر سکتے ہیں۔ ہم اس پر کھل کے بات کر سکتے ہیں۔ چاہے جس کی بھی نظر ہو۔ ہماری پارٹی کے صوبائی صدر نے بات کی ہے۔ بالکل صحیح بات کی ہے۔ ابھی دو مر صاحب ہیں۔ دو مر صاحب جو کہتا ہے اسکو بھی سننا چاہیے۔ سب کو سننا چاہیے۔

میڈم چیئرمین:- جی۔ دو مر صاحب! ذرا انکو سننا چاہیے۔ کیونکہ ثامم کی وجہ سے سب اگر بات کرنا

چاہتے ہیں تو ذرا short بات کی جائے۔

وزیر حکمہ وسا اور پلک ہیلٹھ انجینئرنگ:-

میڈم اسپیکر! واقعہ کی میں نے نہ مدت کی ہے۔ ارمان

لوئی پروفیسر تھا ایک جوان تھا۔ اُس کی شہادت ہوئی۔ ایک پولیس آفیسر کی۔ ایک پولیس آفیسر کا مقابلہ ارمان لوئی

سے۔ میں کہتا ہوں کہ انکو کیوں State کیخلاف یہ لوگ نکل گئے۔ چوک چور ہاں ہوں پر فوج کے

خلاف۔ اداروں کے خلاف، ایک پورا State کے خلاف یہ لوگ کیوں نکل گئے؟ میں ان کو اس لئے سازش

قرار دے رہا ہوں۔ ان کو ایک بہانہ ڈھونڈنا تھا۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ لوگ خوش تھے ارمان لوئی کے قتل پر۔ ان

کی شہادت پر۔۔۔ (مداخلت)۔

میڈم چیئرمین:- دو مرہ صاحب! پلیز۔ ابھی آپ بیٹھ جائیں۔

نصراللہ خان زیرے:- نہیں، میڈم چیئرمین۔ ان کو آپ سمجھائیں۔ غلط بات انہوں نے کی ہے۔

یہ پروفیسر ارمان لوئی کے خاندان کے ساتھ، خون کے ساتھ غداری ہے۔ انہوں نے جو بات کی وہ پستونوں

کے ساتھ غداری ہے۔ وہ یہ بات ایسا نہیں کریں، جو ان کی درج کر رہے ہیں؟ اپنی بات کریں۔

اپنی حکومت کی بات کریں۔ وہ وزیر ہیں۔ وہ F.I.R. درج کرائیں۔ وہ F.I.R. درج کرائیں بس ٹھیک

ہے۔ یہاں پر بڑی بڑی باتیں نہیں کی جائے۔ (مداخلت)۔

میڈم چیئرمین:- زیرے صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ دو مرہ صاحب! آپ ذرا short کچھ

گاگا please۔

وزیر حکمہ وسا اور پلک ہیلٹھ انجینئرنگ:- نصراللہ صاحب! آپ تھوڑا برداشت کریں۔ FIR کو درج

کریں گے۔ ابھی ہمیں بھی سننا پڑیگا۔ آپ ہمیں سنیں۔

میڈم چیئرمین:- زیرے صاحب! اگر آپ نہیں مانیں گے تو مجھے تحریک التواء ملتی کرنا پڑے گا

نصراللہ خان زیرے:- آپ ریکارڈ اٹھا کر کے دیکھ لیں کہ محترم وزیر صاحب نے میرے دوست

ہیں۔ انہوں نے جو لفاظ استعمال کئے، وہ کیا زیب دیتا ہے اس واقعہ کے ساتھ۔ دیکھو میڈم چیئرمین!

انہوں نے کہا کہ پروفیسر ارمان لوئی کی شہادت پر کوئی خوش ہو سکتا ہے۔ میڈم یہ کوئی سوچ سکتا ہے۔ یہ سمجھاؤ

اپنے منستر صاحب کو۔

میڈم چیئرمین:- اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس پر۔۔۔ (مداخلت)۔

وزیر حکمہ وسا اور پلک ہیلٹھ انجینئرنگ:- میڈم چیئرمین! میں درمیان میں نہیں چھوڑتا ہوں

اس بات کو میں نے آگے جانا ہے۔ میڈم چیئرمین! میں اس لئے ایک سازش اسکو کہتا ہوں۔ ٹھیک ہے میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ پروفیسر یعنی ایک عالم کی قتل پورے دنیا کی قتل ہے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ یہ اچھا ہوا۔ اچھا نہیں ہوا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے۔ وہ حقائق سامنے آجائیں گے۔ اگر پولیس اس واقعہ میں involve ہم کبھی بھی ان کی سفارش نہیں کرتے ہیں۔ ان کو قرار واقعی سزا تک ان کو بالکل جو چور کی سزا ہوتی ہے وہی سزا انکوٹھی چاہیے۔ کیونکہ انہوں نے ایک گھر کو دکھنچایا گیا ہے۔ ایک انسان کو اس نے قتل کیا ہے۔ لیکن وہ انکو اسرا آجائیں گے۔ میں اسلئے ان کے پیچھے جانا چاہ رہا ہوں کہ یہ اسے پشتونوں کا رنگ نہیں دے دیں۔ خدا کے واسطے یہ پشتون اتنے بیوقوف نہیں ہیں کہ وہ کل بھول گئے۔ جو ایک جگہ پر 70 پشتون شہید ہو گئے۔ آپ کے لیڈر صاحب کابل میں قصل کر رہے تھے۔ سو شل میڈیا پر آپ لوگوں کو دکھاسکتے ہیں۔

میڈم چیئرمین:- دو مر صاحب۔

نصراللہ خان زیرے:- یہ بالکل غلط بات ہے۔ یہ غلط بات ہے۔ میڈم چیئرمین! 18 اگست کا واقعہ ہوتا ہے۔ وکلاء پر سب حکومت اس وقت وکلاء کے ساتھ تھے۔ تمام وکلاء سپریم کورٹ کے وکلاء آئے تھے۔ اور میڈم چیئرمین صاحب! اس وقت کی حکومت نے ان وکلاء کے لواحقین کو ایک، ایک کروڑ روپے اُنکے خاندان کو دیا گیا۔ اُن کے بچوں کو نذریاں دی گئی ہیں۔ انہیں باہر تعلیم کیلئے بھیجا گیا ہے۔ (مداخلت)۔

میڈم چیئرمین:- زیرے صاحب! اگر ایسا ہی آپ کریں گے۔ دیکھیں! آپ تحریک التوانہ نمبر 2 پر آجائیں please۔ (مداخلت)۔ **دو مر صاحب!** آپ بیٹھ جائیں۔ آپ کو سن لیا ہے۔ اگر کوئی اور بات کرنا چاہتا ہے۔ وقت کی پابندی کا خیال رکھیں۔

وزیر یحکمہ و اسا اور پلک ہیلتھ انجینئرنگ:- مجھے آپ complete کرنے دیں۔ ہم روز روز انکو سنتے ہیں۔ ہمیں داستانیں بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں صرف بولنے کا حق ہمیں حاصل ہے۔ ہر ایک کو بولنے کا حق حاصل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ جو ہوا ہے۔ (مداخلت)۔

میڈم چیئرمین:- وقت کی پابندی کو دیکھیں۔ شاید کوئی اور بات کرنا چاہتا ہو please۔

وزیر یحکمہ و اسا اور پلک ہیلتھ انجینئرنگ:- میڈم اسپیکر! میرا ان کو کہنے کا مقصد یہ ہے please کہ یہ لوگ جب اپوزیشن میں آگئے، ان کو بھی پشتونوں کی خون یاد آگئی۔ یہ پشتونوں کے نام پر سیاست نہیں کریں۔ میں آج اس ایوان کے توسط سے میں پشتون نوجوانوں کو یہ پیغام دے رہا ہوں کہ پشتون آپ ایک غیرت مند قوم ہو۔ جس طرح آپ نے ایک مثال دیا کہ پشتونوں نے چالیس سالوں کے بعد ایک بد لہ لیا۔ لیکن کسی نے کہا کہ

آپ نے جلدی کی ہے۔ پشون اتنے بیوقوف نہیں ہیں کہ پانچ سال پہلے کی بات وہ بھول گئے۔ وہ بھول نہیں ہیں۔

میڈم چیئرمین:- دمڑ صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔ اگر کوئی بات کرنا چاہے kindly آپ بیٹھ جائیں دمڑ صاحب! آپ کی بات سن لی تفصیلاً۔

وزیر یحکمہ واسا اور پیلک ہیلٹھ انجینئرنگ:- مجھے دو منٹ بات کرنے دیں میڈم اسپیکر! میری بات ابھی تک complete نہیں ہوئی ہے۔

میڈم چیئرمین:- تحریک التواء نمبر 1 اور 2 پر بات کریں زیادہ بہتر ہے۔

وزیر یحکمہ واسا اور پیلک ہیلٹھ انجینئرنگ:- میڈم اسپیکر! ایک کمیشن اس بات کے اور پر بنایا جائے کہ ایک قتل کے خلاف ہمارے پاکستان کے اداروں کی کیوں توہین ہوئی؟۔۔۔ (مداخلت)۔

نصراللہ خان زیرے:- ہاں کمیشن بناؤ۔

وزیر یحکمہ واسا اور پیلک ہیلٹھ انجینئرنگ:- اُن سیاستدانوں کی سیل، اُن کے نمبرز لے لیں، اُن کو باہر سے کوئی فون آیا ہوگا۔ اُن کو ہر جلسے اور ہر دھر نے کامعاوضہ انکوملا ہوگا کہ پاکستان کے اداروں کے خلاف، پاکستان کی فوج کے خلاف انہوں نے جو کچھ کہا تو تمیں کہتا ہوں کہ یہ قابلِ مذمت ہے۔ ہمارے پاکستان کے معاملات ہیں، ہماری judiciary system موجود ہے، ہمارا ایک system موجود ہے جو کچھ ہوتے ہیں یہاں پر آئیں کے دائرے میں رہتے ہوئے کوئی بھی آج تک معاف نہیں ہوا ہے۔ لیکن کابل کا کیا کام ہے ہمارے ساتھ؟۔

نصراللہ خان زیرے:- میں support کروں گا کہ سپریم کورٹ کے حج کی سربراہی میں کمیشن بنائی جائے۔ میں اس کو support کرتا ہوں بناؤ کمیشن وزیر داخلہ صاحب! کمیشن کا اعلان کرو۔

میڈم چیئرمین:- بیٹھ جائیں زیرے صاحب آپ please۔ آپ بیٹھ جائیں زیرے صاحب۔

وزیر یحکمہ واسا اور پیلک ہیلٹھ انجینئرنگ:- یہاں ملک کے خلاف سازش ہے۔

نصراللہ خان زیرے:- نہیں یہ کمیشن بنالیں میں تو اس سے متفق ہوں۔

وزیر یحکمہ واسا اور پیلک ہیلٹھ انجینئرنگ:- میڈم اسپیکر! آپ نے مجھے اجازت دی ہے، آپ نے فرم مجھے دیا ہے۔

میڈم چیئرمین:- اب آپ دو مبرز سے درخواست ہے کہ آپ بیٹھ جائیں۔ ہم اب kindly

وزیر داخلہ صاحب سے سنتے ہیں کہ اس پر تحقیقاتی رپورٹ دے دیں۔

وزیر حکمہ و اسا اور پیک ہیلٹھ انجینئرنگ:- میں conclude کر رہا ہوں، میں اس لیے کہتا ہوں کہ ایک واقعہ کو غلط رنگ نہیں دیا جائے۔ ایک واقعہ کو ایک پوپس اور ایک آدمی کا واقعہ قرار دیا جائے۔ پورے State کے ساتھ اس کو منسلک نہیں کیا جائے۔ اداروں کے ساتھ اس کو منسلک نہیں کیا جائے۔ پشتوں قوم کو اشتغال میں نہیں لایا جائے۔ یہ غلط رنگ آپ دے رہے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہ ایک سازش ہے۔ اس واقعہ کو سازش قرار دیا جائے۔

میدم چیئر پرسن:- دُمڑ صاحب! please۔ ضیاء صاحب! اگر ہم لے لیتے ہیں اکبر صاحب کو۔

میر محمد اکبر مینگل:- میدم چیئر پرسن! یہ 02 فروری کا جو واقعہ ہے نہ کہ یہ ایک پشتوں کا قتل ہے۔ بلکہ یہ انسانیت کا قتل ہے۔ ایک بلوچستانی کا قتل ہے۔ ایک اسٹاد کا قتل ہے، ایک پروفیسر کا قتل ہے۔ اور ایک یونیورسٹی کا قتل ہے۔ میں سمجھتا ہوں میرے ساتھی چاہے اُس طرف بھی بیٹھے ہیں یا اس طرف بیٹھے ہیں۔ اس میں ہمیں سیاست نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں کسی کا گھر اجڑ گیا ہے۔ کسی کا قتل ہوا ہے، بچے یتیم ہوئے ہیں، عورت پوہ ہوئی ہے۔ تو اس کا باقاعدہ judicial enquiry ہونی چاہیے۔ اور یہ طے ہونا چاہیے کہ قتل کس طرح ہوا؟۔ اس پر سیاست نہیں ہونی ہو چاہیے۔ اور خاص کر یہ State کی ذمہ داری بنتی ہے، چاہے وہ پشتوں ہو، چاہے بلوچ ہو، اُن کو تحفظ فراہم کر سکیں۔ جب State تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو پشتوں تحفظ مودمنٹ جیسے عمل قیام میں آ جاتے ہیں۔ اگر پشتوں غائب ہو یا بلوچ غائب ہو، اُن کی اجتماعی قبریں ملیں اور لوگ غائب ہوں، اور قتل اور واردات کا سلسلہ بلوچستان کے طول و عرض پر اس طرح چلتا رہے تو میرے خیال میں یہ اس ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ لہذا اس سلسلے میں باقاعدہ ایک judicial commission کا قیام صحیح معنوں میں تحقیقات کی جاسکے۔ بلوچستان نیشنل پارٹی، بلوچ قوم، ہم پشتوں برادری کے ساتھ ہیں۔ اس سے پہلے بھی پشتوں تھفظ مودمنٹ کا سربراہ جو وہ بلوچستان آیا لیکن اُس پر پابندی عائد کی گئی۔ کیا ایک پشتوں اپنے دوسرے پشتوں بھائیوں سے ملنے نہیں آ سکتا؟۔ کیا جو پشتوں، بلوچ لاپتہ ہیں اُن سے اظہار پیگھتی کے لیے نہیں آ سکتا ہے؟۔ یہ واضح ہونی چاہیے۔ آئین ہمارے پاس ہے۔ اس میں ایسا کوئی شق نہیں ہے۔ تو لہذا ان چیزوں کو ختم کرنا چاہیے تاکہ بلوچ نوجوان اور پشتوں نوجوان جو اس ملک میں اپنے آپ کو عدم تحفظ کا شکار محسوس کر رہے ہیں۔ وہ اس ملک کا پاشندہ اپنے آپ کو سمجھیں۔ آج ہزاروں کی تعداد میں ہمارے لوگ بلوچ اور پشتوں غائب ہیں۔ آج ہزاروں کی تعداد میں بلوچ اور پشتوں اس ملک میں

اپنے آپ کو secure نہیں سمجھتے ہیں۔ باہر کے مکلوں میں جا چکے ہیں پناہ لے چکے ہیں۔ کیوں اس ملک کا قانون پنجاب کے لیے الگ ہے؟۔ بلوچ کے لیے الگ ہے؟۔ پشتوں کے لیے الگ ہے؟۔ اگر یہ اس طرح الگ رہے گا تو میرے خیال میں ہمارا یہاں پر رہنا ایک دوسرے سے یقینی کرنا یا بھائی چارگی کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ابھی تک ہم بھی ”بڑے بھائی“ کی حیثیت سے سمجھ رہے ہیں۔ اور ابھی تک بھی انجا کر رہے ہیں کہ ”بڑے بھائی“ کی حیثیت سے یہ چیزوں کو سنواریں اور سنجا لیں۔ اگر حالات اسی طرح رہے تو شاید یقیناً ایک دفعہ پھر ہمارے اور آپ کے سرز میں پر حالات خراب ہو سکتے ہیں۔ شکر یہ میدم۔

میدم چیئر پرسن:- جی وزیر داخلہ صاحب!

وزیر حکومہ داخلہ و قبائلی امور پر ڈی ایم اے:- آعوذ بالله من الشیطان الرجيم۔ نسم اللہ الرحمٰن الرحيم۔

میدم چیئر پرسن صاحب! بہت شکر یہ آپ کا۔ جس طرح دوستوں نے تفصیلًا پروفسر لونی کا واقعہ ہو، پولیس کا واقعہ ہو، اُس پر تفصیلی بات کی ہے۔ یہاں ہم حکومت میں بیٹھے ہیں، یہاں پشتوں کے خون کا تحفظ بھی ہمارا فرض ہے، بلوچ کے خون کا تحفظ بھی ہمارا فرض ہے۔ بلکہ ہر پاکستانی کے خون کا تحفظ ہم پر فرض ہے۔ یہ واقعہ شروع ہوا جب پولیس کے DIG کے آفس پر حملہ ہوا۔ تو اُس time اداروں کے ساتھ پولیس کے ساتھ کافی intelligence تھی۔ کہ مزید ادھر اس قسم کے واقعات ہو سکتے ہیں۔ تو حکومت بھی ہڑتاں کر سکتی تھی۔ حکومت بھی دھرنادے سکتی تھی، اپنے جوانوں کے لیے۔ لیکن intelligence اور ان اداروں کی اطلاعات کے مطابق مزید اس کو احتجاج کی طرف لے جانا اس میں جو لوگ شامل ہوں گے ان کی جان کو نقصان ہے۔ جو اس کو احتجاج کی طرف لے جائے گا تو وہ سمجھے ریاست کے لیے مسئلے کھڑا کر رہا ہے۔ تو ہم ان کی ورثاء، پولیس ایک ادارہ ہے جو سر کار کا ہے، وہ اس سوگ کے منانے سے منع کر رہے ہیں۔ اور ہمارے کچھ دوست آکے سوگ منا کر ریاست کے ادارے کے لوگوں کے مرنے کی سوگ پر ریاست کو ہی گالیاں دے رہی ہیں۔ تو مجھے ادھر جس طرح میرے دوستوں نے بات کی، کچھ چیز politics بھی ہوتی ہے۔ میں خود اس چیز سے ہم بھیتیت ایک بلوچستانی کے گزر گئے تھے ہم۔ تو یہی ہمارے سیاستدان یہی ہمارے نوجوانوں کو جب وہ کالجوں میں پڑھ رہے تھے، اسی طرح جس طرح ہمارے نصر اللہ بھائی ہمیں ابھی بات کرنے نہیں دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر شروع ہو جائیں گے۔ اسی طرح جذباتی تقریر کے ہمیں پہاڑوں پر بھیتے گئے، نوجوانوں کو وہاں جو یہی دشمن ممالک کے بھی intelligence ادارے تھے۔ وہاں دشمن ترتیبیں بھی تھے۔ پاکستان کی فوجی بھی تھے۔ ابھی 10 سال بعد وہی دوست جو انکو جذباتی کر کے پہاڑوں پر لے گئے، ابھی ہمیں کہتا ہے کہ ان

10 اداروں میں آپ انکوڈ ہونڈ لو۔ تو بحیثیت سرکار ہم اپنی فرائض کو سراجعام دے رہے ہیں۔ لیکن وہ game اب ہمارے پشتون بھائیوں کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے کہ ریاست کے خلاف آپ آ جاؤ آپ باتیں کرو، ریاست کو آ کر آپ گالیاں دو، ریاستی اداروں کو آپ گالیاں دو، ریاست آج بڑے بڑے قدم اٹھاتی ہے۔ اگر ریاست سمجھتا ہے کہ ایک فرد کے آنے سے اس صوبے میں جو ایک حالت جنگ پیدا کی گئی ہے اُس میں مزید ریاست کو مشکلات ہوں گے، ریاست اُس کے داخلے پر پابندی لگاتی ہے۔ وہ میرے خیال میں پہلا کوئی شخص نہیں ہے۔ آپ ریاست کے اُس پابندی والے شخص کو جان بوجھ کر گھلے گا کے اس طرف لاتے ہوتا کہ ریاست حرکت میں آجائے۔ ریاست حرکت میں آجائے اور اپنے بیگناہ لوگوں کو بھی ہم لوگ اتنا جذبائی کرتے ہیں تاکہ ہم دونوں کو آمنے سامنے کریں اور ایک ہمارے ملک میں ایک گشت و خون کا ماحول ہو۔ تو اس میں میں سمجھتا ہوں کہ ریاست نے جس ذمہ داری کا مظاہرہ کیا، اُس کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو ریاست کے رٹ کو challenge کر کے اس صوبے میں آگئے، ریاست کے تمام ادارے اُس وقت حرکت میں آگئے تھے کہ ریاست کی رٹ کو challenge نہیں کیا جائے گا۔ لیکن ریاست نے پھر بھی صبر کا مظاہرہ کیا۔ اور جن کے داخلے پر ادھر پابندی تھی انکونماز جنازہ پر شرکت کرنے دی۔ اور گالیاں بھی کھاتا رہا۔ اور آج تک بھی وہ جو ارمان لوٹی کا واقعہ ہے وہ ایک ہمارا شہری تھا اُس واقعہ کو ہم ایسا نہیں پھیک سکتے ہیں کہ یہ کس طرح ہوا ہے، اُس میں بھی ابھی یہاں تک پہنچی ہے وہ صوبائی حکومت کی efforts سے۔ جس دن یہ واقعہ ہوا تھا، وہ کیمروں کے سامنے ہوا تھا۔ نہ کہ کسی ٹارچر سیل میں ہوا ہے اُس میں ہمارے پاس تو کسی ہم پہاڑوں سے، غاروں سے کسی بندے کو لارہے ہیں، اُس کے videos ہیں تو وہ video جو ایک احتیاج ہو رہا ہے کہ واقعہ کس طرح ہوا ہے۔ تو اس میں روڈ میں ہوا ہے۔ وہ اُس کا پوسٹ مارٹم نہیں کرنا چاہ رہے تھے، لورالائی میں وہ لاش کو روک رہے تھے میت کو۔ تو میں نے انتظامیہ کو کہا کہ کسی صورت بھی آپ اسکو وہاں نہیں روکیں۔ آپ اُس کو ہپتال لے آئیں۔ تاکہ یہ پوسٹ مارٹم ہو جائے۔ تاکہ ہمارے دوست مزید اسکو روک کر مزید اس میں بلوچستان کی حکومت کو اور لوگوں کو ایک شکمش میں ایک سیاست میں نہیں ڈالیں۔ تو ابھی وہ آگئی ہے اُن کا پوسٹ مارٹم ہو گیا ہے۔ اُن کا ایکسرے ابھی منظر ہیتا تھا آپ کو بتا دینے گے اُن کو جو فرانزک روپرٹس ہیں اُن میں ٹھوڑا time لگ سکتا ہے۔ نہ ہم اس میں کسی کو سیاست کرنے دیں گے اور نہ ہم کسی بلوج، کسی پشتون اور نہ کسی بلوچستانی کا خون ناچ کبھی بنہے دیں گے۔ اور جو ہمارے نوجوانوں کو ورغلائے گا، نوجوانوں کو غلط راستے پر لے جائے گا، ریاست کو گالیاں دے گا، ریاستی اداروں کو گالیاں دے گا، اُس کے ساتھ بھی ریاست ابھی سختی سے نمٹے گی۔ بہت شکریہ آپ کا۔

میڈم چیئرمین:- thank you محکین تحریک اتواء نمبر 1 اور نمبر 2 اور دیگر معززین اسمبلی نے تحریک پر سیر حاصل بحث کی۔ حکومتی benches اور وزیر داخلہ کی جانب سے مذکورہ واقعہ پر افسوس کے ساتھ ساتھ قانونی کارروائی کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ حکومتی یقین دہانی پر مذکورہ تحریک اتواء کو منٹا دیا جاتا ہے۔ لہذا اب اسمبلی کا اجلاس روزہ ہفتہ مورخہ 16 فروری 2019ء بوقت سہ پہر تین بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔
 (اسمبلی کا اجلاس شام 07:00 بجے اختتام پذیر ہوا)۔